جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی و اصلاحی ترجمان

ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد

بانی: حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدیؒ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد

مدیر: حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

- جاہلیت اور اسلام — نظرو فکر
- افادات سورۂ بقرہ — افادات قرآنیہ
- نبی اکرم ﷺ کے تعلیم و تربیت کے انداز
- مواعظ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ
- بیع مکروہ سے متعلق مسائل — کتاب المسائل
- اپنی آخرت کی فکر کریں! — درسِ حدیث
- سلف صالحین کے روشن ملفوظات و واقعات
- مصیبتوں اور تکلیفوں پر اجر و ثواب
- توبہ و استغفار میں دیر نہ کیجئے!

ذکر رفتگاں

حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مظفر نگریؒ

صدر المدرسین جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

قیمت ۵۰/روپے

مئی ۲۰۲۴ء

غزہ میں فلسطینیوں کا قتل عام جاری

غزہ: گزشتہ ۷/ اکتوبر ۲۰۲۳ء سے شروع ہونے والی جنگ ساتویں مہینے میں داخل ہو چکی ہے اور اَب تک اسرائیلی بمباری اور مسلسل قتل و غارت کے نتیجے میں ۳۴/ ہزار سے زائد فلسطینی جام شہادت نوش کر چکے ہیں، جن میں اکثریت بچوں اور خواتین کی ہے۔ اِس وقت غزہ میں ''رفح'' کا علاقہ اسرائیلی حملوں کی زد میں ہے، جہاں تقریباً ۱۵/ لاکھ فلسطینی عارضی پناہ گاہوں میں مقیم ہیں۔ اَقوامِ متحدہ میں جنگ بندی کی قرارداد منظور ہونے کے باوجود اسرائیلی ہٹ دھرمی جاری ہے اور مغربی ممالک اور امریکہ اسرائیل کے پشت پناہ بنے ہوئے ہیں، والی اللہ المشتکی۔

اسرائیل اور ایران میں کشیدگی

تہران: شام میں ایرانی سفارت خانہ کی عمارت پر اسرائیلی حملہ کے بعد ایران کی طرف سے بدلہ کے طور پر کئی سوڈرون اور میزائلوں کے ذریعہ اسرائیل پر وار کیا گیا۔ بعد اَزاں اسرائیل نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے ایران کے شہر ''اصفہان'' پر حملہ کا دعویٰ کیا۔ اِن اِنتقامی کارروائیوں کی وجہ سے پورے علاقہ میں سخت تناؤ اور کشیدگی کا ماحول پایا جاتا ہے اور اندیشہ ہے کہ کہیں یہ جنگ علاقے کے دیگر ممالک کو بھی اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔

پارلیمانی انتخابات کا آغاز

نئی دہلی: ملک میں ۲۰۲۴ء کے پارلیمانی انتخابات کا آغاز ہو چکا ہے، ۱۹/ اپریل ۲۰۲۴ء کو پہلے مرحلے میں مختلف صوبوں کی ۱۰۲/ سیٹوں پر ووٹ ڈالے گئے، مجموعی طور پر ووٹ فیصد ۶۰/ فیصد رہا؛ جو توقع سے کم ہے۔ ووٹنگ کا یہ سلسلہ اگلے ۶/ مراحل میں ۲/ جون تک جاری رہے گا اور ۴/ جون کو ووٹوں کی گنتی ہوگی، اور نئی حکومت کی تشکیل ہوگی۔ اِس الیکشن میں اصل مقابلہ حکمراں بی جے پی کے اتحاد (NDA) اور حزبِ مخالف کانگریس کے اتحاد (INDIA) کے درمیان ہے۔ سیکولر ووٹوں کے انتشار کا پورا فائدہ حکمراں اتحاد کو ملے گا، اِس لئے ضرورت ہے کہ سیکولر ووٹ متحد ہو کر دیا جائے اور ووٹ کا تناسب بھی بڑھایا جائے۔

❍❖❍

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی و اصلاحی رسالہ

ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد

شوال ۱۴۴۵ھ

مئی ۲۰۲۴ء

جلد: 36

شمارہ: 05

بانی: حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد

مدیر اعزازی: حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری استاذ دارالعلوم دیوبند

مشاورتی بورڈ

- مولانا اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ (سرپرست و مدیر)
- مولانا عبدالناصر صاحب نائب مہتمم جامعہ
- مولانا مفتی عبدالجلیل خان صاحب

مجلس ادارت

- کلیم اللہ قاسمی سیتاپوری (مرتب)
- محمد رضوان قاسمی اُناوی
- محمد اجمل قاسمی ○ محمد یحییٰ قاسمی

سالانہ زرِ تعاون بذریعہ رجسٹری ڈاک: 700 اعزازی (۲۰ سال کے لئے) -/10,000 روپے

سالانہ زر تعاون: 500 روپے ❖ سالانہ زر تعاون برائے واٹس ایپ (PDF فائل): -/250 روپے

سعودی عرب، امریکہ، انگلینڈ، جنوبی افریقہ، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش و دیگر ممالک کیلئے 20 امریکی ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

ماہ نامہ ندائے شاہی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

Monthly **NIDA - E - SHAHI**

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (u.p.) 244001.India

فون نمبرات: ندائے شاہی: 09410865194 فیکس: (0591)2472113 مرتب 9412677469

Website: www.madrasashahi.com

www. nidaeshahi.co.cc E-Mail:nidaeshahi@gmail.com

طباعت:- گڈ پرنٹرس اَمروہہ گیٹ مرادآباد **طابع وناشر:-** (مولانا) عبدالناصر (نائب مہتمم جامعہ)

محرر:- محمد رضوان قاسمی بجنوری **نظماء توسیع واشاعت:-** زین العابدین قاسمی سیتاپوری، محمد طفیل فیض آبادی، محمد شہزاد قاسمی بھاگل پوری **کمپیوٹر کتابت:-** نعیم الدین قاسمی

Proprietor **Ashhad Rashidi** Printed at **Good** Printers, Amroha Gate, Moradabad (UP)

Published by the Printer & Publisher **Abdul Nasir** and distributed at Darut-talaba Lal Bagh, Moradabad

Editor: Maulana Syed Ashhad Rashidi, Mohtamim Jamia Qasmia Madrasa Shahi

اِس شمارے میں

نورِ ہدایت	ہمارا اللہ ہی مددگار ہے		۵
نظر و فکر	جاہلیت اور اِسلام	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۶
ذکرِ رفتگاں	حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مظفرنگریؒ	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۱۱
درسِ حدیث	اپنی آخرت کی فکر کریں!	مولانا سید اشہد رشیدی صاحب	۱۳
افاداتِ قرآنیہ	افاداتِ سورۂ بقرہ	حضرت قاری صدیق احمد صاحبؒ	۱۸
مقالات ومضامین	نبی اکرم ﷺ کے تعلیم وتربیت کے انداز	مولانا مفتی محمد یحییٰ قاسمی	۲۵
	مواعظ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	مفتی محمد اجمل قاسمی	۳۱
	سلفِ صالحین کے روشن ملفوظات وواقعات	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۳۸
	مصیبتوں اور تکلیفوں پر اجر وثواب	مولانا کلیم اللہ قاسمی	۴۳
	توبہ واستغفار میں دیر نہ کیجیے!	مولانا مفتی ابوزکریا قاسمی	۵۴
کتاب المسائل	بیع مکروہ سے متعلق مسائل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۶۱
منظومات	یاد آتا ہے	ولی اللہ ولی قاسمی بستوی	۱۲
	خیالِ رسول ﷺ	حضرت شاہ سید نفیس الحسینی لاہور	۱۷
	نبی عربی ﷺ	عثمان احمد قاسمی جونپوریؒ	۶۶
جامعہ کے شب وروز	مہتمم جامعہ کی رمضان میں مشغولیات، جامعہ کی سرگرمیاں، وفیات		۶۷

نورِ ہدایت:

ہمارا اللہ ہی مددگار ہے

اِرشادِ ربانی: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ. بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ. (آل عمران، آیت: ۱۴۹-۱۵۰)

ترجمہ: ''اے اِیمان والو! اگر تم کافروں کی بات مانوں گے تو وہ تم کو اُلٹے پاؤں پھیر دیں گے، پھر تم نقصان میں پڑ جاؤ گے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہی بہترین مدد کرنے والا ہے''۔

غزوۂ اُحد میں ظاہری نقصان کی وجہ سے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اُوپر بہت اثر تھا اور اُن کے دل شکستہ تھے۔ اِس حالت کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے منافقین نے جنگ میں شرکت کرنے والے صحابہ کو طعنے دینے شروع کردئے کہ ''اور لڑنے جاؤ، یہ انجام تو ہونا ہی تھا''، وغیرہ۔ اور اِس طرح بزدلی پیدا کرنے کی پوری کوشش کی۔ تو اُن کے فریب سے متنبہ فرماتے ہوئے مذکورہ آیات میں اہل اِیمان کو یہ تاکیدی حکم دیا گیا کہ وہ کفار ومنافقین کے جھانسے میں ہرگز نہ آئیں؛ کیوں کہ اگر وہ اِن دشمنوں کی بات مانیں گے، تو اُن کا تو مشن ہی یہ ہے کہ تم کو پھر گمراہی والے دور کی طرف پھیر دیں، جس کا نتیجہ سوائے خسارے اور نقصان کے کچھ نہیں ہے۔

لہٰذا سبھی اہل اِسلام کو چاہئے کہ وہ اِس بات کا یقین دل میں جمائے رکھیں کہ حالات کتنے ہی سخت ہوں؛ بہرحال اللہ تعالیٰ ہی اُن کا حقیقی مددگار ہے اور اُس سے بہتر مددگار کوئی نہیں ہوسکتا۔

''صحیح بخاری'' میں ہے کہ غزوۂ اُحد کے بعد واپس ہوتے ہوئے اُس وقت مشرکین کے سردار ابوسفیان نے یہ نعرہ لگایا: ''أُعْلُ هُبَلُ'' (ہبل کی جے ہو) تو نبی اکرم علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ ''اِس کو جواب دو''، صحابہؓ نے عرض کیا کہ ''کیا جواب دیں؟'' تو آپ نے فرمایا کہ یہ کہو ''اَللّٰهُ أَعْلٰى وَأَجَلُّ'' (اللہ ہی بزرگ وبرتر ہے) اُس کے بعد ابوسفیان نے دوسرا نعرہ لگایا کہ ''لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ'' (ہمارے پاس عزیٰ دیوی ہے تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں ہے) تو اُس کے جواب میں نبی اکرم علیہ السلام نے صحابہ سے یہ نعرہ لگوایا ''اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ'' (اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے) (بخاری شریف، کتاب المغازی/ باب غزوۃ احد حدیث: ۴۰۴۳)

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ طرزِ عمل دراصل اِسی مذکورہ آیت کی تعمیل تھی اور بہرصورت مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر کامل اعتماد رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل استقامت سے نوازیں، آمین۔ □□

نظر وفکر:

محمد سلمان منصورپوری
Mansoorpuri
@gmail.com

جاہلیت اور اِسلام [۵]

مشرکین عرب کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار

واضح رہنا چاہئے کہ دورِ جاہلیت میں عرب کے مشرکین اللہ تعالیٰ کا سرے سے انکار نہیں کرتے تھے؛ بلکہ اُس کی خالقیت اور رُبوبیت کے اقراری تھے۔ قرآنِ کریم میں جگہ جگہ اِس کا ذکر ہے۔ سورۂ یونس میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ. فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ. (یونس: ۳۱-۳۲)

آپ اِن سے پوچھئے کہ تم کو آسمان اور زمین سے روزی کون دیتا ہے؟ یا کون (تمہارے) کان اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے؟ اور کون مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون سب کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ تو وہ بول اُٹھیں گے کہ اللہ! تو آپ اُن سے کہہ دیجئے تو پھر ڈرتے کیوں نہیں؟ سو یہ اللہ تمہارا سچا رب ہے، پھر کیا رہ گیا حق کے پیچھے (یعنی حق کو چھوڑ کر) سوائے بھٹکنا، سو کہاں سے لوٹے جاتے ہو۔

اور سورۂ مؤمنون میں فرمایا گیا:

قُلْ لِمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ. قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ. قُلْ مَنْ

آپ اِن سے پوچھئے کہ زمین اور اُس کے اندر کی چیزیں کس کی ہیں؟ بتاؤ اگر تم جانتے ہو! اب وہ کہیں گے کہ سب کچھ اللہ کا ہے، تو آپ اُن سے فرمایئے کہ پھر تم سوچتے نہیں؟ آپ اِن سے کہئے کون ہے مالک ساتویں آسمان کا؟ اور عرشِ عظیم کس

بِيَدِهِ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ.

(المؤمنون: ٨٤-٨٩)

کی ملکیت ہے؟ تو وہ بتائیں گے کہ وہ اللہ کی ملک ہے، تو آپ فرمائیے کہ پھر تم ڈرتے نہیں؟ آپ اِن سے کہئے کہ ہر چیز کی حکومت کس کے قبضہ میں ہے؟ اور وہ (لوگوں کو تکلیفوں سے) بچالیتا ہے اور اُس سے کوئی بچا نہیں سکتا؟ بتاؤ اگر تم جانتے ہو؟ تو وہ جواب دیں گے کہ یہ سب اختیار اللہ ہی کے پاس ہے، تو آپ اُن سے کہئے کہ پھر کہاں سے تم پر جادو آ پڑا ہے۔

اِسی طرح سورۂ عنکبوت میں فرمایا:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ.

(العنكبوت: ٦١)

اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا تو ضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی نے بنائے ہیں، پھر کہاں پھرے جارہے ہو۔

اور اِسی سورت میں آگے فرمایا:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ. (العنكبوت: ٦٣)

اور اگر آپ اُن سے سوال کریں کہ آسمان سے پانی کس نے نازل کیا، پھر اُس کے ذریعہ زمین کو اُس کے مردہ ہونے کے بعد زندگی بخشی، تو وہ یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے (پانی برسایا) تو آپ فرمائیے کہ سب خوبی اللہ ہی کے لئے ہے؛ لیکن بہت سے لوگ عقل نہیں رکھتے۔

اِسی بنا پر جب کبھی اُنہیں دریائی سفر پیش آتا اور وہ بھنور میں پھنس جاتے، تو اُس وقت نہایت اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو فریاد کے لئے پکارا کرتے تھے؛ لیکن جب طوفان سے نجات مل جاتی تو پھر پرانی ڈگر پر آجاتے، اِس حالت کی منظرکشی قرآنِ کریم میں اِس طرح کی گئی ہے:

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتّٰی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآئَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآئَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّظَنُّوْا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ. فَلَمَّا اَنْجَاهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِکُمْ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُکُمْ فَنُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. (یونس: ۲۲-۲۳)

وہی ہے جو تم کو چلاتا ہے جنگل اور دریا میں؛ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں بیٹھے ہوتے ہو اور وہ لوگوں کو لے کر اچھی ہوا سے چلتی رہتی ہیں اور لوگ بھی اُس سے خوشی محسوس کرتے ہیں کہ اچانک کشتیوں پر تیز ہوا آتی ہے اور اُن پر ہر طرف سے موج آنے لگتی ہے اور وہ جان لیتے ہیں کہ وہ گھر گئے ہیں، تو ایسے موقع پر وہ اللہ کو پکارنے لگتے ہیں اُس کی بندگی میں خالص ہوکر۔ اور کہتے ہیں کہ اگر آپ نے ہم کو اِس آفت سے بچالیا تو ہم ضرور بالضرور شکرگذاروں میں سے ہوجائیں گے۔ پھر جب اُن کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا تو اُسی وقت روئے زمین پر وہ اُس سے ناحق بغاوت پر اُتر آتے ہیں۔ اے لوگو! تمہاری شرارت کا وبال تمہارے ہی اوپر ہے، دنیا کی زندگی کا فائدہ اُٹھالو، پھر تم کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے، پس ہم جو کچھ تم کرتے تھے اُس کے بارے میں تمہیں بتلادیں گے۔

اِن آیتوں کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہٗ ''فوائد عثمانی'' میں لکھتے ہیں کہ ''فتح مکہ کے بعد ابوجہل کا بیٹا عکرمہ مسلمان نہ ہوا تھا، مکہ سے بھاگ کر بحری سفر اختیار کیا، تھوڑی دور جاکر کشتی کو طوفانی ہواؤں نے گھیر لیا، ناخداؤں نے مسافروں سے کہا کہ ''ایک خدا کو پکارو'' یہاں تمہارے معبود کچھ کام نہ دیں گے۔ عکرمہ نے کہا کہ ''یہی تو وہ خدا ہے جس کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں، اگر دریا میں ربِ محمد کے بغیر نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی اُس کی دست گیری اور اِعانت کے بغیر نجات پانا محال ہے، اے خدا! اگر تو نے اِس مصیبت سے نکال دیا تو میں واپس ہوکر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دوں گا، مجھے اُمید ہے کہ وہ اپنے اخلاقِ کریمہ سے میری تقصیرات کو معاف فرمائیں گے''؛ چناں چہ حضور اکرم علیہ السلام کی خدمت میں جاکر مشرف باسلام ہوئے، رضی اللہ عنہ۔ (ترجمہ شیخ الہند مع تفسیر عثمانی ص: ۶۷۹ مجمع ملک فہد مدینہ منورہ)

اللہ تعالیٰ کے بارے میں مشرکانہ نظریہ

یہاں ایک سوال یہ ہے کہ جب یہ بات ثابت ہے کہ اہل عرب مشرکین اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور ربوبیت کے قائل تھے، تو پھر اُنہوں نے دیگر چیزوں کی عبادت کا طریقہ کیوں جاری کر رکھا تھا؟ ہونا تو یہی چاہئے تھا کہ جب وہ اللہ کو یقیناً رب مانتے تھے، تو پھر اُسی کی عبادت کرتے اور ہر حالت میں اُسی سے فریاد کیا کرتے اور اُسی کے نام کی نذر مانتے؛ لیکن اُنہوں نے نہ جانے کتنے معبود بنا رکھے تھے، اِس کی اصل وجہ کیا تھی؟

تو جب ہم گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی نظر میں اللہ تعالیٰ کا تصور؛ گویا کہ دنیاوی بادشاہوں کی طرح تھا، جو اپنے مصنوعی جاہ وجلال کی بنیاد پر براہِ راست کسی کو اپنے دربار میں حاضر نہیں ہونے دیتے؛ بلکہ اُن کے کچھ مقربین اور خواص لوگ ہوتے ہیں، اُنہی سے اُن کا رابطہ ہوتا ہے اور جسے بادشاہ سے ملنا ہو، وہ بھی اُنہی پیش کاروں کے توسط سے مل سکتا ہے، براہِ راست نہیں مل سکتا۔ تو اِس فرضی نظریہ کی بنیاد پر اُنہوں نے خود اپنی طرف سے مختلف معبودوں کو گڑھ لیا اور اُن کے بارے میں یہ تصور قائم کیا کہ وہی اُن کی اللہ تعالیٰ تک رسائی کرا سکتے ہیں، اِسی بنا پر وہ اُن کی عبادت اور تعظیم کرنے لگے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ. (الزمر: ۳)

کان کھول کر سن لو! اللہ ہی کے لئے ہے خالص بندگی اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنے حمایتی بنا رکھے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم صرف اُن کی اِس لئے عبادت کرتے ہیں؛ تاکہ وہ ہمیں اللہ کے قریب درجہ تک پہنچادیں تو بے شک اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان فیصلہ فرمادیں گے، جس چیز میں وہ جھگڑ رہے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اُس شخص کو ہدایت نہیں دیتے جو جھوٹا اور حق کا منکر ہو۔

اِسی طرح کفار کا ایک نظریہ یہ بھی تھا کہ وہ معبودانِ باطلہ کے بارے میں یہ خیال کرتے تھے کہ اُنہیں اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارش کرنے یعنی دباؤ ڈال کر کام نکلوانے کے اختیارات حاصل ہیں؛ لہٰذا اُن معبودوں کو اگر خوش رکھا جائے گا تو یہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے بگڑے ہوئے کام بنوادیں گے، وغیرہ؛ حالاں کہ یہ نظریہ سراسر باطل اور بے دلیل ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ پر نہ تو کسی کا دباؤ چل سکتا ہے اور نہ اُس کی اِجازت کے بغیر کسی کو سفارش کرنے کی جرأت ہوسکتی ہے۔ قرآنِ کریم میں اُن کے اِس من گھڑت عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا گیا:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَآءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ.

(یونس: ۱۸)

اور یہ مشرکین اللہ کے سوا ایسی چیز کی پوجا کرتے ہیں جو اُن کو نہ نقصان پہنچا سکے اور نہ نفع۔ اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ اِن سے کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو بتلاتے ہو ایسی بات جو اُس کو معلوم نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور برتر ہے اُس سے جس کو وہ شریک کرتے ہیں۔

اِس آیت میں جو یہ بات فرمائی گئی ہے کہ ''تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات بتانا چاہتے ہو جو آسمان یا زمین کہیں بھی اُس کے علم میں نہیں ہے'' یہ شرک کے خلاف بہت بنیادی نکتہ ہے، جسے ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اگر کوئی صاحب اقتدار اپنے اختیارات کسی کو منتقل کرے گا، تو دوسروں سے پہلے خود اُس کو علم ضرور ہوگا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اقتدار والے کے اختیارات میں کوئی شخص اُس کے علم کے بغیر دخیل ہوجائے۔ اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے گا تو ادنیٰ سی عقل رکھنے والا شخص بھی اُس کو قبول کرنے پر تیار نہ ہوگا۔ تو جب دنیا کے اقتدار کا حال یہ ہے، تو جو ذات احکم الحاکمین اور مالک ارض وسماء ہے، اُس کے علم کے بغیر کسی دوسرے کو اُس کے اختیارات میں شریک کیسے مانا جاسکتا ہے؟ یہ بات تو سراسر حماقت اور جہالت ہے، جسے ہرگز قبول نہیں کیا جاسکتا۔ (جاری)

ذکر رفتگاں

محمد سلمان منصور پوری

صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مظفر نگریؒ

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کے صدر المدرسین اور اُستاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مظفر نگری نور اللہ مرقدہٗ گزشتہ ۳؍شوال المکرّم ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۳؍اپریل ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ دوپہر ساڑھے بارہ بجے اپنے وطن مالوف پیموڑہ ضلع مظفر نگر میں تقریباً ۷۷؍سال کی عمر میں رحلت فرما گئے، اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی وصیت اور خواہش کے مطابق جنازہ مراد آباد لایا گیا، اُسی دن بعد نماز عشاء دارالطلبہ لال باغ مدرسہ شاہی مراد آباد میں علماء اور عوام کے بڑے مجمع نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی، اُس کے بعد ’’حوض والی مسجد‘‘ کے سامنے آپ کے اُستاذ گرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحبؒ کی آرام گاہ کے قریب تدفین عمل میں آئی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃً۔

حضرت مولانا عبدالسلام صاحبؒ اپنی طبعی شرافت، سادگی، تواضع ومسکنت اور حلم وبردباری کی بنا پر ہر طبقہ میں عزت وتکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، خصوصاً طلبہ عزیز کے ساتھ آپ کا رویہ نہایت مشفقانہ اور ہم دردانہ تھا، کمالِ استقلال کے ساتھ مسلسل ۴۵؍سال آپ نے مدرسہ شاہی مراد آباد میں تدریسی خدمت انجام دی، اِس درمیان ابتدائی درجات سے لے کر بخاری شریف اور صحاحِ ستہ کا آپ نے درس دیا اور ہزاروں طلبہ آپ سے مستفید ہوئے۔ تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ سلوک وتصوف اور ذکر وشغل سے بھی آپ کو خاص شغف تھا۔ آپ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت کے جانشین حضرت شاہ سعید احمد صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ومجاز تھے، حضرت شاہ صاحبؒ کی زندگی میں اکثر رمضان المبارک میں موصوف ان کی خانقاہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

آپ کی پیدائش ۱۹۴۸ء میں اپنے وطن مالوف موضع پیموڑہ تحصیل جانسٹھ ضلع مظفر نگر میں ہوئی، والد ماجد جناب حافظ محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت دین دار شخص تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم قصبہ کوال میں حاصل کی، پھر کچھ عرصہ مدرسہ شمس العلوم ٹنڈھیڑہ میں قیام رہا، اُس کے بعد مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۸۸ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔ شیخ الحدیث حضرت

مولانا سید فخر الدین احمد صاحبؒ سے بخاری شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کی، اُس کے بعد ایک سال تکمیل ادب کے شعبہ سے وابستہ رہے۔ بعد ازاں مدرسہ شمس العلوم ٹنڈ ہیڑہ، مدرسہ رحمانیہ ہاپوڑ اور مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں تدریس کے شعبہ سے وابستہ رہے؛ تا آں کہ ۱۴۰۱ھ میں جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں تشریف لائے اور پوری زندگی یہیں رہ کر تدریسی خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۴۱۰ھ میں آپ کو صدر مدرس بنایا گیا اور تادم حیات آپ اِس عہدے پر فائز رہ کر اپنی ذمہ داریاں انجام دیتے رہے، فجز اھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

آپ کے تین صاحب زادے ہیں، بڑے صاحب زادے مولانا سعید الزماں صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ بحرالعلوم کشن پور ضلع مظفرنگر کو آپ نے وفات سے قبل سلوک وتصوف میں اپنا جانشین بنایا تھا، دوسرے صاحب زادے مولوی وحید الزماں صاحب قصبہ میراں پور ضلع مظفرنگر کی ایک مسجد میں اِمام ہیں اور تیسرے صاحب زادے حافظ عبدالقادر کاروبار میں مشغول ہیں اور پانچ صاحب زادیاں ہیں، ماشاءاللہ سبھی شادی شدہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات بلند فرمائیں اور سبھی متعلقین کو صبر جمیل سے نوازیں، آمین۔ قارئین سے بھی ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔

یاد آتا ہے

ولی اللہ وَلیؔ قاسمی بستوی

مچل جاتا ہوں جب شہرِ مدینہ یاد آتا ہے ❖ زہے قسمت کہ خوشیوں کا خزینہ یاد آتا ہے
مشامِ جاں معطر دل مرا معمور ہوتا ہے ❖ مجھے سرکار کا جس دم پسینہ یاد آتا ہے
وہ جس سے خاتمِ کونین کو حاصل ہوئی زینت ❖ مجھے ہر آن وہ زریں نگینہ یاد آتا ہے
تصور جب بھی آتا ہے قیامت کی تمازت کا ❖ مجھے اس وقت ساقیٔ مدینہ یاد آتا ہے
نبی ﷺ کا نام لے کر جب دعائیں میں نے مانگی ہیں ❖ لبِ ساحل پہنچتا پھر سفینہ یاد آتا ہے
جو محشر میں بپا ہوتا ہے عالم نفسی نفسی کا ❖ تو سب لوگوں کو بس شاہِ مدینہ یاد آتا ہے

وَلیؔ میں خوش نصیبی پر ہمیشہ ناز کرتا ہوں
مجھے عشقِ محمد ﷺ کا دفینہ، یاد آتا ہے

درس حدیث:

اپنی آخرت کی فکر کریں!

حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

عَنْ أَبِي أُمَامَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ أَذْهَبَ آخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ. (رواہ ابن ماجة، مشكوة: ٤٣٥)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ قیامت کے دن سب سے بری حالت میں وہ شخص ہوگا کہ جس نے دوسرے کی دنیا کے لئے اپنی آخرت برباد کرلی ہو۔

تشریح: نبی کریم علیہ السلام ہمیشہ امت کے سامنے دنیا وآخرت کی نجات وکامیابی کی راہیں پیش فرماتے رہے اور دونوں جہاں میں ناکامی کے اسباب پر روشنی ڈالتے رہے، تاکہ امت ایک طرف کامیابی کے مواقع سے حسب استطاعت فائدے اٹھائے اور دوسری طرف ذلت ورسوائی کے اسباب سے محفوظ بھی رہے۔ درج بالا روایت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں نبی کریم علیہ السلام آخرت کی ذلت ورسوائی اور ناکامی کا ایک سبب بیان فرماکر امت کو اس سے بچنے کی تلقین فرمارہے ہیں۔

تفصیل حسب ذیل ھے: انسان فطری طور پر مل جل کے رہنے کا عادی ہے، گوشہ نشینی سے اس کو یک گونہ بعد ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک جگہ رہنے والوں میں کبھی نہ کبھی اَن بن اور اختلاف ہو ہی جاتا ہے، رائے کے ٹکراؤ اور نظریات کے مختلف ہونے کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کے مدمقابل آجاتے ہیں، ایسی صورت میں اسلام نے اپنے ماننے والوں کو چند رہنما خطوط دئے ہیں، جن کے ہوتے ہوئے انسان حد اعتدال سے آگے نہیں بڑھے گا اور سوچ وفکر میں اختلاف کے باوجود انسانیت وشرافت اور عزت نفس کا پاس ولحاظ رکھنے میں کامیاب ہوجائے گا۔ مذکورہ بالا روایت میں نبی کریم علیہ السلام آپسی اختلاف کے دوران ایک اہم اصول کا خیال رکھنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم کسی

کی مخالفت یا حمایت کروتو ہمیشہ اپنی آخرت کو مدنظر رکھتے ہوئے کارروائی کرنا، ایسا نہ ہو کہ دوسرے کی مخالفت یا حمایت میں انسان اپنی آخرت تباہ کر بیٹھے۔

حمایت کرنے کے اصول

عام طور پر اختلاف کے دوران کسی ایک فریق کی حمایت کرنے والے اعتدال کی حدود کو پار کر جاتے ہیں اور صرف مد مقابل کو نیچا دکھانے کے لئے وہ تمام حرکتیں کرتے ہیں جن کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے، حتی کہ ناجائز امور میں بھی تائید کرنے سے گریز نہیں کی جاتی ہے، ایسے ہی لوگوں کے لئے نبی کریم علیہ السلام مذکورہ بالا روایت میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے بری حالت اس شخص کی ہوگی جو دوسرے کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر بیٹھے اور محض اپنے گروہ کے لیڈر کو دنیاوی فائدہ پہنچانے کے لئے جو شخص جھوٹ، دھوکہ بازی، فریب اور بے ایمانی جیسی راہوں پر چلنے میں بھی کوئی تردد محسوس نہ کرے اور اس کے غلط وظالمانہ اقدامات کی بھی تائید کرے، اس کی حالت قیامت کے دن بہت خراب ہوگی، چنانچہ ظلم وناانصافی کرنے والے شخص کی تائید کرنے والے کے برے انجام کو ذکر کرتے ہوئے ایک دوسری جگہ نبی کریم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ أَوْسِ بْنِ شَرَحْبِيْلٌ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ. (رواه البيهقي، مشكوة: ٤٣٢)

حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ جو شخص کسی ظالم کو طاقت پہنچانے کے لئے یہ جانتے ہوئے کہ وہ ظالم ہے اس کے ساتھ چلے تو وہ اسلام سے (اسلام کامل سے) محروم ہو جائے گا۔

الغرض حد اعتدال میں رہتے ہوئے صرف صحیح اور درست اقدامات کی تائید کرنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ مقصد حق وصداقت کا ساتھ دینے کے سوا کچھ نہ ہو۔

معاشرہ کی حالت

آج کل فتنے عام ہورہے ہیں، ہر جگہ اختلافات پروان چڑھ رہے ہیں، امت گروہوں اور فرقوں

میں تقسیم ہوتی جارہی ہے، حق وناحق کی پرکھ لوگوں کے ذہنوں سے نکل چکی ہے، صرف ذاتی مفادات کی بنیاد پر تائید ومخالفت کی جاتی ہے اور ہر فریق ہر قدم پر اپنے قائد کی موافقت کو اپنا فرض سمجھتا ہے خواہ اس کا قدم شریعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، خواہ اس کے اقدام سے بے قصوروں پر عرصۂ حیات تنگ ہی کیوں نہ ہو، خواہ اس کے اقوال قرآن وحدیث کے عین مخالف ہی کیوں نہ ہوں؛ لیکن چونکہ ہم نے اس کی حمایت کا اعلان کیا ہے اس لئے اس کی ہر صحیح وغلط بات کی تائید کرنا ہم اپنے لئے لازم اور ضروری سمجھتے ہیں، اتنا ہی نہیں بلکہ اس کی غلطیوں کی غلط سلط تاویلات کرتے ہیں اور صرف سامنے والے کو چپ کرنے کے لئے اس کی دینداری اور خداترسی کے من گھڑت قصے سنائے جاتے ہیں، اس کو وقت کا سب سے بڑا ولی اور قطب بنا کر پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ اس کے ساتھ رہنے والے لوگ خود اس کی حالت سے واقف ہوتے ہیں اور جان بوجھ کر غلط بیانی کرتے ہیں، ہم میں سے ہر ایک کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہئے کیا یہی دینداری ہے؟ کیا یہی شریعت کی پاسداری ہے؟

مخالفت کرنے کے اصول

کسی کی رائے سے اختلاف ہونا یا کسی سے ذاتی مخالفت ہونا کوئی انہونی نہیں ہے، ایسا ہوا ہے اور ہوتا رہے گا، مگر اسلام نے اختلاف کو بھی حد اعتدال میں رکھنے کے لئے کچھ اصول متعین کئے ہیں جن کا خیال رکھنا ہر موقع پر ضروری ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل فریق مخالف کو بے عزت اور ذلیل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا جاتا اور صرف سنی سنائی باتوں پر اس کے خلاف ماحول گرم کر دیا جاتا ہے، الزامات کی بارش کی جانے لگتی ہے اور جب تحقیق ہوتی ہے تو بات کچھ اور سامنے آتی ہے، اس طرح کی نامناسب حرکتوں سے دور رہنے کے لئے نبی کریم علیہ السلام ایک روایت میں ارشاد فرماتے ہیں:

"كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ" (رواہ مسلم ۱/۸، رقم: ۵، مقدمة: باب النهي عن الحديث بكل ما سمع). انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کردے۔

گویا فریق مخالف کے سلسلہ میں کوئی رائے قائم کرنے سے قبل اس کی جانب منسوب کی جانے والی باتوں کی تحقیق ضرور کرلینی چاہئے، تاکہ ہمارا شمار عند اللہ جھوٹوں میں نہ ہو، اسی طرح مخالفین کو کسی

مصیبت اور پریشانی میں مبتلا دیکھ کر خوشی کا اظہار کرنے سے منع کیا گیا ہے؛ کیونکہ انسانیت اور شرافت کا تقاضہ یہ ہے کہ اختلاف اپنی جگہ مگر مد مقابل کو جانی و مالی پریشانی میں مبتلا دیکھ کر حتی الامکان اس کی مدد کی جائے اور اس کے حق میں دعا کی جائے، ورنہ تو کیا ہوگا اس حدیث شریف میں ملاحظہ کیجئے:

عَنْ وَاثِلَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيْكَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ.

(رواه الترمذي، مشكوة: ٤١٤)

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کی پریشانی پر خوشی کا اظہار نہ کیا کرو، ورنہ خدا اس پر رحم کرے گا اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔

اسی طرح اختلاف کے دوران غیبت اور الزام تراشیوں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے، مخالفت اپنی جگہ مگر کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی شان میں گستاخی کرنا اور نامناسب الزامات لگانا اور مجلس میں موجود لوگوں کا خاموشی سے اس کو سن لینا ایک غیر شرعی عمل ہے، جس پر مواخذہ ہوگا، خاص طور پر دفاع نہ کرنے والے ضرور پکڑ میں آئیں گے، گویا جس طرح الزام تراشی کرنا غلط ہے، اسی طرح حقیقت سے واقف ہونے اور قادر ہونے کے باوجود دفاع نہ کرنا بھی غلط ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عَنْ أَنَسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اغْتِيْبَ عِنْدَهُ أَخُوْهُ الْمُسْلِمُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ فَنَصَرَهُ، نَصَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، فَإِنْ لَمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ أَذَلَّهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. (شرح السنة، مشكوة: ٤٣٢)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ وہ شخص جس کے سامنے کسی مسلم بھائی کی غیبت کی گئی ہو اور وہ اس کی مدد کرنے (اس کی طرف سے دفاع کرنے) پر قادر ہو اور اس نے اس کی مدد کی ہو تو خدا ایسے شخص کی دنیا و آخرت دونوں جہاں میں مدد کرے گا اور جس نے قادر ہونے کے باوجود مسلم بھائی کی کوئی مدد نہ کی ہو؛ بلکہ خاموشی سے اس کی غیبت سنتا رہا ہو تو خدا ایسے شخص کی دنیا و آخرت دونوں جہاں میں پکڑ کرے گا۔

ایک چشم کشا واقعہ

بندہ نے کافی دنوں پہلے اپنے اکابر کا ایک واقعہ پڑھا تھا جو ہم سب کی آنکھوں کو کھولنے کے لئے کافی

ہے۔ ہندوستان کی آزادی کے بعد جب تقسیم ملک کی مانگ اٹھی تو علماء کرام دو خیموں میں تقسیم ہو گئے، کچھ حضرات مسلم لیگ کے ساتھ چلے گئے جو قیام پاکستان اور تقسیم ملک کی تحریک چلا رہی تھی، اور ایک بڑی تعداد متحدہ ہندوستان کے حق میں تھی اور تقسیم ملک کی مخالفت کرتی تھی، ان میں سب سے نمایاں نام حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، جب کہ لیگ کا ساتھ دینے والوں میں ایک نمایاں نام حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا تھا، ایک موقع پر لیگ کے حامیوں نے ایک جلسہ کیا اور مہمان خصوصی کے طور پر مولانا الیاس صاحبؒ کو دعوت دی، حضرت مولانا تشریف لے گئے، آپ کی موجودگی میں کسی نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی کی اور نامناسب الزامات لگائے تو حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کہ حضرت مدنی کی سیاست میری سمجھ میں نہیں آتی ہے، ورنہ میں ان کے پیچھے پیچھے پھرتا مگر میرا یہ یقین ہے کہ جو ان کی شان میں گستاخی کرے گا وہ اپنی قبر میں انگارے بھرے گا۔

اللہ رب العزت ہمارے ان بزرگوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور کسی کی موافقت ومخالفت کرتے ہوئے ہمیں تعلیمات نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق سے نوازے۔ (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

○❖○

خیالِ رسول ﷺ

حضرت شاہ سید نفیس الحسینی لاہور

لب پر درود دل میں خیال رسول ﷺ ہے ❖ اب میں ہوں اور کیف وصال رسول ﷺ ہے
دائم بہار گلشن آل رسول ﷺ ہے ❖ سینچا گیا لہو سے نہال رسول ﷺ ہے
حسنِ حسنؓ کو دیکھ، حسینؓ حسیں کو دیکھ ❖ دونوں میں جلوہ ریز جمالِ رسول ﷺ ہے
بوبکرؓ ہوں، عمرؓ ہوں، وہ عثماںؓ ہوں یا علیؓ ❖ چاروں سے آشکار کمالِ رسول ﷺ ہے
اسلام نے غلام کو بخشی ہیں عظمتیں ❖ محبوبِ مؤمنین بلالؓ رسول ﷺ ہے
ہاں نقش پائے ختم رسل میرا تخت ہے ❖ اور سر کا تاج، خاک نعال رسول ﷺ ہے

کیا چیز جام جم ہے نفیسؔ اس کے سامنے
جس کو نصیب جام سفال رسول ﷺ ہے

اِفاداتِ قرآنیہ:

اِفادات: سورۂ بقرہ

افادات: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نوراللہ مرقدہٗ
ضبط وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی اُستاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

یتیموں پر خرچ کرنے کی فضیلت واہمیت

ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی : یعنی اللہ کے نیک اور مقبول بندے وہ ہیں جو رشتہ داروں اور یتیموں کو مال دیتے ہیں۔ رشتہ داروں کے بعد یتیموں کا تذکرہ کیا کہ ان کا بھی خیال رکھو، ان پر بھی خرچ کرو، یتیم کس کو کہتے ہیں؟ ایسی نابالغ اولاد جس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا ہو، ایسے یتیموں کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ ان کی خبر گیری کرو، ان پر خرچ کرو، یہاں پر بھی بغیر کسی تفصیل کے کہا گیا ہے کہ یتیموں پر خرچ کرو، خواہ کوئی بھی یتیم ہو، رشتہ دار ہو، غیر رشتہ دار ہو، خاندان کا ہو یا غیر خاندان کا، اپنا ہو غیر ہو، کوئی بھی ہو بس یتیم ہونا چاہئے، یتیم ہے تو اس کی خبر گیری کرو، اس پر خرچ کرو، پھر یہ نہ دیکھو کہ برادری اور خاندان کا ہے یا نہیں؛ البتہ قریبی رشتہ داروں اور خاندان والوں کا حق زیادہ ہوتا ہے، اگر ان میں کا کوئی یتیم ہو تو وہ مقدم ہوگا۔ ان باتوں کو لوگ سوچتے ہی نہیں، مدرسہ والے بھی اس طرف توجہ نہیں کرتے، میں تو کہتا ہوں کہ مدرسے والے شرعی احکام کو واضح طور پر بیان کریں تو اس میں ان کی عزت زیادہ ہے، بیٹھے بیٹھے حکومت کریں۔ مدارس میں جو کام ہونا چاہئے نہیں ہو رہا ہے، مدرسہ کی تعمیر وترقی کی طرف توجہ زیادہ ہے، مدارس کی ضروریات بڑھتی جارہی ہیں، کمرے بنتے جارہے ہیں، بلاضرورت بھی تعمیر میں اضافہ ہو رہا ہے، ارے جب ہماری زبان میں اتنی تاثیر ہے کہ ہم ایک چکر میں کئی لاکھ روپئے لا سکتے ہیں تو بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے لئے کیوں کچھ نہیں کرتے، جس بستی کے اندر مدرسہ چمک رہا ہے، عالیشان مدرسہ کی عمارت ہے، اسی بستی میں بیوہ عورتیں بھیک مانگ رہی ہیں، یتیم بچے دوسروں کے گھروں میں پیالیاں دھورہے

ہیں، جوتے میں پالش کر رہے ہیں، ان کی طرف توجہ کیوں نہیں کرتے؟ ان کا انتظام کیوں نہیں کرتے؟ ان چیزوں کی طرف کسی کو توجہ ہی نہیں، نہ ان باتوں کی طرف کوئی رغبت دلاتا ہے۔

مدرسے علمی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہیں نہ کہ یتیموں کی کفالت کے لئے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ دینی مدارس میں یتیموں کے لئے خاص انتظام کیا جائے، ان کو ترجیح دی جائے، ان کے لئے الگ سے شعبہ قائم کیا جائے جس میں ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے، کیا یہ مناسب ہے؟ حضرت نے فرمایا دینی مدارس علمی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہیں، یتیموں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے نہیں ہیں، ان کے لئے علیحدہ سے الگ کوئی انتظام کرنا چاہئے، مدرسوں میں جو علمی ضرورت کے لئے آئے گا، اس کا خیال رکھا جائے گا، مدارس اسی کے لئے ہیں، اور ان ہی پر مدرسہ خرچ کرے گا، جزوی طور پر ان کا خیال رکھا جائے، ان کو ترجیح دی جائے، یہ الگ بات ہے کہ مدارس یتیموں کی پرورش کے لئے نہیں، ان کی کفالت کا ان کو علیحدہ سے انتظام کرنا چاہئے۔

مال خرچ کرنے کی تین نیتیں اور آیت کے تین مطلب

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی: (بڑی نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین رکھے) اور وہ شخص مال دیتا ہو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنے حاجت مند رشتہ داروں کو۔

عَلٰی حُبِّہٖ: کے تین مطلب ہیں: ایک تو یہ کہ رشتہ داروں کو مال دیتا ہو اللہ کی محبت کی وجہ سے، یعنی اللہ کا حکم اور اس کی محبت پیش نظر ہے اور اللہ ہی کی محبت کی وجہ سے ان پر مال خرچ کرتا ہے۔

دوسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ مال کی محبت کے ساتھ خرچ کرتا ہے، یعنی مال اس کو خود محبوب ومرغوب ہے، مال کی محبت خود اس کے دل میں ہے، اس کے باوجود محبوب مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، اس میں مجاہدہ زیادہ ہے، یہ نہیں کہ جو مال سڑ رہا ہے، کسی کام کا نہیں، خود استعمال کے قابل نہیں، رکھنے کی جگہ نہیں اس وجہ سے مال دوسروں کو دے رہا ہے، نہیں مال خود اس کو محبوب ومرغوب ہے، اس کے باوجود اللہ کا حکم سمجھ کر اپنا محبوب مال خرچ کر رہا ہے، یہ ایسا ہی جیسے حق تعالیٰ کا فرمان ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ

حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ. تم نیکی اس وقت تک نہیں حاصل کر سکتے جب تک کہ اپنے محبوب مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ دوسری آیت میں خود حق تعالیٰ نے ایسے مال کو صدقہ کرنے اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے منع فرمایا ہے جو مال خراب ردی ہو کہ اگر تم کو دیا جائے تو تم اس کو لینے کو تیار نہ ہو، چنانچہ ارشاد ہے:وَلَا تَیَمَّمُوا الۡخَبِیۡثَ مِنۡهُ تُنۡفِقُوۡنَ وَلَسۡتُمۡ بِاٰخِذِیۡهِ اِلَّاۤ اَنۡ تُغۡمِضُوۡا فِیۡهِ . اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ کے راستہ میں ردی خراب مال مت دو، باقی اگر وہ دوسرے کے لئے وہ مال قابل استعمال اور قابل انتفاع ہے اور خود اس کی ضرورت سے زائد ہے یا پرانا ہو جانے کی وجہ سے اب خود اس کو مرغوب نہیں ہے؛ لیکن دوسرے کے لئے وہ مال طیب اور عمدہ ہے تو ایسے مال کو دینے میں کوئی حرج نہیں، جیسے ایک حدیث میں اپنے پرانے مستعمل کپڑے کسی غریب کو دینے کی فضیلت آئی ہے۔

تیسرا مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنا، صدقہ کرنا خود اس کو محبوب ہو، یعنی اس مال کو خرچ کرنے پر دل سے راضی ہو، یہ نہ ہو کہ مروت میں مال خرچ کر دیا ہے؛ لیکن اندر سے دل دکھ رہا ہے، طیب خاطر کے بغیر خرچ کر رہا ہے، یعنی مال خرچ کر کے بھی اس کو افسوس ہو رہا ہے، ایسا مال خرچ کرنا اللہ کو پسند نہیں۔

ان موقعوں میں اور ان لوگوں پر مال خرچ کرنا اللہ کو بہت محبوب ہے

ذوی القربیٰ یعنی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کی اہمیت

آدمی رشتہ داروں کے علاوہ دوسروں پر خرچ کرتا ہے تو اس میں اس کی شہرت ہوتی ہے اور وہ لوگ اس کا احسان بھی مانتے ہیں، ان سے کبھی کوئی کھٹ پٹ نہیں ہوتی؛ اس لئے وہ ہمیشہ احسان مند رہتے ہیں، رشتہ داروں کا معاملہ ان سے مختلف ہوتا ہے، ان سے نوک جھوک بھی ہوتی رہتی ہے، وہ ستاتے ہیں، برائی کرتے ہیں، جڑیں کاٹتے ہیں، ان سب کے باوجود یہ لحاظ کرتا ہے، ان کے حقوق ادا کرتا ہے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے، یہ ہے کمال کی بات اور یہ ہے مقام صدیقیت۔

اسی طرح بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں پر بھی خرچ کرنے کی بڑی اہمیت ہے، بیوہ عورت کا بھی حق ہے، یتیم بچہ جس کے باپ کا انتقال ہو گیا ہے، جس کے سر پر کوئی ہاتھ رکھنے والا نہیں، اس کا بھی حق ہے۔

ضرورت کے وقت مسافروں پر بھی خرچ کرنے کی اہمیت

وَابۡنِ السَّبِيۡلِ: یعنی مسافر کی مدد کرو،ان پر بھی خرچ کرو،کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی لکھ پتی ،کروڑ پتی ہے؛لیکن سفر میں ایسے حالات پیش آ گئے کہ گاڑی خراب ہوگئی ،یا فتنہ وفساد،ظلم وستم کی وجہ سے حالات بگڑ گئے ، پکڑ لیا گیا،کہیں راستہ میں پھنس گیا،گاڑی میں پٹرول ڈیزل ختم ہوگیا،اب پریشان ہے،پانچ لیٹر ڈیزل نہیں ڈلوا سکتا،اب بیچارہ کہاں سے لائے ، گھر کا لکھ پتی ہے؛لیکن راستہ میں تو معذور ومحتاج ہے، ایسے وقت میں ایسے لوگوں کی بھی مدد کرو،تنہا نہیں کرسکتے تو کوئی لوگ مل کر اس کی پریشانی دور کریں،لیکن عام طور پر لوگ ادھر توجہ نہیں کرتے ،اس کو دین کا کام نہیں سمجھتے ،سب مل کر پانچ لیٹر پٹرول نہیں ڈلوا سکتے ، اس کی طرف سے ضمانت نہیں لے سکتے ؛ حالانکہ دیکھ رہے ہیں، سمجھ رہے ہیں اور اندازہ بھی ہے کہ یہ شریف آدمی ہے، پھر بھی ضمانت لینے اور سفارش کرنے کو تیار نہیں ہوتے ،ارے ایسے موقع پر تو ضرور ایسے مجبور لوگوں کی مدد کرنا چاہیئے ، یہ اللہ کا حکم ہے،تنہا نہیں کرسکتے تو سب مل کر چندہ کرکے اس کی مدد کردیں، سفارش کردیں،ضمانت لے لیں ،اسی طرح کبھی لاوارث لاش ملتی ہے،قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس کی تجہیز وتکفین کا بھی انتظام کرنا چاہیئے،خود نہ کرسکے تو اس کے لئے آگے بڑھے،چندہ کرکے سارے کام کرنے چاہئیں،مسافر کی زکوۃ کی رقم سے بھی مدد کی جاسکتی ہے،اگرچہ گھر میں وہ غنی اور لکھ پتی ہو اور لاوارث لاش کی تجہیز وتکفین میں زکوۃ کی رقم سے مدد نہیں کرسکتے ؛ کیونکہ زکوۃ کی ادائیگی کے لئے مالک بنانا شرط ہے اور میت کے اندر مالک بننے کی صلاحیت نہیں ، یہاں امدادی رقم سے سارے کام کئے جائیں گے۔

سوال کرنے اور بھیک مانگنے والوں کو دینا چاہیئے یا نہیں؟

وَالسَّآئِلِيۡنَ: جن لوگوں پر مال خرچ کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان میں سائلین یعنی سوال کرنے والے بھی ہیں،اگر کوئی شخص اپنی کسی ضرورت وحاجت کی بنا پر کسی سے سوال کررہا ہے تو اس کا حق ہے کہ اس کی مدد کی جائے ، ہر ایک سے بدگمان نہیں ہونا چاہیئے ،کسی کو کسی کے حالات کا علم نہیں ، ایک شخص آیا ہے، سائل ہے، اپنی پیشانی کو جھکایا ہے، ذلیل ہورہا ہے، اپنی ضرورت ظاہر کررہا ہے، اس کی مدد کرنا چاہیئے،نہیں گنجائش ہے یا اس کو نہیں دینا چاہتا اور اس کی بات پر انشراح واطمینان نہیں ہورہا ہے تو نہ دے؛لیکن اس کو جھڑکے نہیں،اس کو ذلیل ورسوا نہ کرے،یقین سے معلوم ہوجائے کہ یہ

فراڈی ہے تو مناسب انداز سے حکمت عملی سے اس کو روک دے، تاکہ دوسروں کو دھوکہ نہ دے، اگر کسی شخص کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ اس نے پیشہ ہی بنا رکھا ہے سوال کرنے اور بھیک مانگنے کا، اس کی عادت ہوگئی ہے، لوگوں سے سوال کرنے کی، وہ وقتی ضرورت کی بنا پر نہیں بلکہ عادت اور پیشہ کی بنا پر سوال کر رہا ہے، تو ایسے لوگوں کو دینا ان کی مدد کرنا جائز نہیں، سائل اور ہے، پیشہ ور اور ہے، پیشہ ور وہ ہے جس کا مشغلہ اور جس کی عادت ہی ہو سوال کرنے بھیک مانگنے کی، جھولا لئے آج یہاں، کل وہاں ایسا شخص سائل نہیں پیشہ ور ہے، ایسوں کو دینا جائز نہیں۔

ایک عجیب واقعہ

چوراہوں میں روڈ پر جو مانگنے والے ہوتے ہیں یہ پیشہ ور ہوتے ہیں، ایک عورت ہمیشہ چوراہے پر مانگتی تھی، جس چوراہے پر جو مانگتا ہے دوسرا پیشہ ور مانگنے والا وہاں نہیں آ سکتا، ایک عرصہ بعد عورت نے مانگنا چھوڑ دیا، دوسرا مانگنے والا آ گیا، تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ عورت تو مانگ مانگ کر بہت مالدار ہوگئی تھی، اس نے اپنی بیٹی کی شادی کی، جہیز میں بہت مال دیا، جہیز میں جہاں بہت سامان دیا وہیں جہیز میں اس نے یہ چوراہا بھی اپنی بیٹی اور اولاد کو دیا کہ اب آج سے اس چوراہے پر میں نہیں مانگوں گی، آج سے یہ چوراہا بیٹی اور داماد کے حوالے، قرآن کی اصطلاح میں ایسے لوگ سائل نہیں پیشہ ور بھیک مانگنے والے ہیں، ایسوں کو دینا جائز نہیں (البتہ ان سائلین میں بعض لوگ کچھ خدمت کرکے صلہ چاہتے ہیں، مثلاً گاڑی صاف کردی، شیشہ کپڑے سے یا وائپر سے صاف کر دیا، پھر اس خدمت کے صلہ میں کچھ مانگتے ہیں، ایسی صورت میں ان کو دینا نہ صرف جائز بلکہ بہتر اور پسندیدہ ہے)۔ واللہ اعلم (مرتب)

حضرت کا اپنا ایک واقعہ

حضرت نے فرمایا بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے لوگوں کو دھوکہ دے کر، فراڈ کرکے سوال کرنے اور مال اینٹھنے کی، شہر باندہ کے ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہا: مولانا حج کا فارم بھر دیا ہے، پیسے جمع کرنا ہے، الحمد للہ پورا انتظام ہے، تھوڑی رقم کم پڑ رہی ہے، دوسری جگہ سے لانا ہے، پیسہ جمع کرنے کی تاریخ آ گئی ہے، فوری ضرورت ہے، اگر کہیں سے انتظام ہو جاتا تو پیسے جمع کر دیتا، وہاں سے ملنے پر فوراً ادا کر دوں گا، ان کی بات پر یقین کرکے میں نے انتظام کر دیا، اب نہ وہ آج آ رہے ہیں نہ کل شکل ہی نہیں

دکھا رہے، پیسے لے کر غائب ہوگئے، میں نے بھی دوسری جگہ سے لے کر ہی ان کو دئے تھے، اب میں ان کو یاد دلا رہا ہوں، وہ جواب ہی نہیں دیتے، نہ حج نہ عمرہ پیسے لے کر غائب ہوگئے، جب کئی بار ان کو یاد دلایا مطالبہ کیا تو جواب دیا کہ مولانا اگر آئندہ آپ نے مطالبہ کیا، کچھ کہا تو آپ کو ایسا بدنام کروں گا، اتنا ذلیل کروں گا کہ آپ لوگوں کو منھ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے، میں نے کہا نہیں بھائی جب دین کا کام کرنا ہے تو لوگوں کو منھ تو دکھانا ہے، میں نے صبر کیا اور خاموش بیٹھ گیا، بعد میں اللہ نے ان کو بری طرح ذلیل کیا اور ان کا انجام اچھا نہیں ہوا، تو ایسے فراڈی لوگ بھی ہوتے ہیں، اس لئے بہت سوچ سمجھ کر خرچ کرنا چاہئے، کسی سے بدگمان بھی نہ ہو، اور ہر ایک پر جلدی اعتماد بھی نہ کرے، سب سے حسن ظن رکھے، لیکن معاملہ کرنے میں دینے دلانے میں پہلے اچھی طرح اطمینان کرلے تب لین دین کرے۔

گردن چھڑانے، قیدی کو رہائی دلانے اور کسی کا قرضہ ادا کرنے میں مال خرچ کرنے کی ترغیب

وَفِي الرِّقَابِ: جن موقعوں میں مال خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا ہے، ان میں ایک موقع یہ بھی ہے اور وَفِي الرِّقَابِ یعنی لوگوں کی گردن چھڑانے میں رقم صرف کرتے ہیں، اس کی بہت سی شکلیں ہوسکتی ہیں، مکاتب یعنی وہ غلام جس کے آقا نے اس سے کہہ دیا ہو کہ تم اتنی رقم ادا کردو تو تم آزاد ہو، اب وہ اتنی رقم کہاں سے لائے، اس کو آزادی دلانے کے لئے بدل کتابت ادا کرنا، یہ گردن چھڑانے میں آزاد کرنا ہے۔ اسی طرح آج کل قیدی اور مقروض بھی اس حکم میں شامل ہیں، ایک شخص بلاوجہ ناجائز مقدمہ میں ماخوذ ہوگیا، جیل میں بند ہے، مقدمہ چل رہا ہے، گردن پھنسی ہوئی ہے، کوئی ضمانت لینے والا نہیں، آج کل لئے دئے بغیر کام نہیں چلتا، گھر کڑکی ہوگیا، اب کسی طرح اس کو قید سے رہائی دلانا، اس کی ضمانت کرانا، اس کی گردن کو چھڑانے یعنی رہائی دلانے میں پیسے خرچ کرنا سب صورتیں اس کے اندر شامل ہیں، اسی طرح کوئی مقروض ہے، قرض کے بوجھ میں اس کی گردن دبی ہوئی ہے، اس کی ضمانت لینا اس کے قرضہ کی ادائیگی میں اس کی مدد کرنا بھی اس میں شامل ہے؛ لیکن اس سے وہی قرض مراد ہے جو ضرورت کی بنا پر اچھے کام کے لئے لیا گیا ہو، ناجائز کام کے لئے لمبی چوڑی بارات اور فضول خرچی کے لئے جو قرض دیا جائے اس میں معاون بننا جائز نہیں۔

بہت سوچ سمجھ کر پیسہ کسی کے حوالہ کرنا چاہئے

وَفِي الرِّقَابِ میں ایک نکتہ اور بھی قابل توجہ ہے وہ یہ کہ گردن چھڑانے میں مال خرچ کرتے ہیں، یعنی خود اس کو مال نہیں دیتے، مال اس کے حوالہ نہیں کرتے، کہیں دوسرے موقع میں خرچ کرکے کھا پی کر برابر نہ کردے، ایسے بھی بہت سے لوگ ہوتے ہیں، اس لئے ان کو یا ان کے گھر والوں کو نہ دے کر کوشش کرے کہ خود ان کی ضرورت میں ان کی طرف سے خرچ کردے، ایک صاحب بہت تنگ دست تھے، میں نے کسی طرح ان کی مدد کی، رقم ان کے حوالے کی؛ لیکن ان صاحب نے شراب پی کر سب پیسے ختم کردئے، پھر ہاتھ دھر کے بیٹھ رہے، ایک اور صاحب کو ذریعہ معاش کے لئے مدد کروائی، اچھا خاصا کمانے لگے تھے، لیکن عادت والے کی عادت نہیں جاتی، فضول خرچی، اسراف، سب کھا پی کر برابر کردیا، ایسے لوگوں کے ہاتھ میں پیسہ نہ دینا اچھا ہے، ان کی ضرورت میں ان کے کام میں خرچ کردے، رقم ان کے حوالہ نہ کرے۔

مال خرچ کرنا کافی نہیں نماز کا بھی اہتمام کیجئے

وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ: نیکی والے اعمال بیان کئے گئے، انہیں اعمال میں اقامت صلاۃ کو بھی بیان کیا کہ اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو نماز کی پابندی کرتے ہیں، بعض لوگوں کے اندر خدمت کا جذبہ تو ہوتا ہے، نیک کاموں میں اور نیک لوگوں پر پیسہ تو خرچ کردیتے ہیں؛ لیکن مسجد اور نماز کے قریب نہیں آتے، نماز نہیں پڑھتے، بس پیسہ خرچ کرنے کو بڑی دینداری اور اسی کو کافی سمجھتے ہیں، اس لئے فرمادیا کہ نماز بھی ضروری ہے، اس سے پہلے حقوق العباد کو بیان کیا تھا، یہاں حقوق اللہ کو بیان کیا، جب دونوں قسم کے حقوق ادا کریں گے تب ہی کامیابی ہوگی، یعنی صرف اتنی بات کافی نہیں کہ صاحب بڑے سخی ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں، بہت پیسہ خرچ کرتے ہیں نہیں سخاوت کے ساتھ نماز بھی پڑھتے ہیں۔

اور صرف نماز بھی کافی نہیں بلکہ لوگوں سے ان کے تعلقات ومعاملات بھی درست ہیں، بات کے سچے وعدے کے پکے ہیں، کسی کو زبان دیتے ہیں تو اس کی لاج رکھتے ہیں، وعدہ کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں، اس کو ''اَلْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ'' میں بیان فرمایا ہے کہ جو عہد کرتے ہیں، وعدہ کرتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں۔ (جاری)

اِصلاحِ معاشرہ: بائیسویں قسط

نبی اکرم ﷺ کے تعلیم وتربیت کے انداز

بقلم:- فضیلۃ الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ حلبی مصریؒ

تلخیص وترجمانی:- مفتی محمد یحییٰ قاسمی اُستاذ عربی اَدب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

پہلے ابہام بعد میں توضیح

حضرت نبی کریم ﷺ کبھی بات کو مبہم ومخفی رکھتے، تاکہ مخاطب میں اس کو جلد از جلد جاننے کی طلب اور شوق پیدا ہو؛ کیونکہ جو چیزیں بعد از طلب وشوق معلوم ہوتی ہیں، ماہرین کا کہنا ہے اور تجربہ بھی شاہد ہے کہ وہ دل میں زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں، مقصد یہ ہوتا تھا کہ اگر وہ چیز اچھی ہو تو مخاطب اس کو بروئے کار لائے، اور اگر بری چیز ہو تو مخاطب اس سے خود کو دور رکھے۔ ذیل میں اس طرح کی ایک لمبی روایت ہم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

دل کا بغض وحسد سے پاک وصاف ہونا

سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں، فرماتے ہیں: کہ ہم حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ابھی تمہارے روبرو ایک آدمی آئے گا جو کہ جنتی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ہم میں کا ہر ایک دیدار کا سراپا شوق وانتظار بن گیا کہ اتنے میں ایک انصاری آدمی -جن کا نام بعض روایات میں سعد ابن وقاصؓ ملتا ہے- داڑھی سے وضو کا پانی جھاڑتے ہوئے اور بائیں ہاتھ میں اپنے جوتے اٹھائے ہوئے نکلے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ بات آئی گئی ہوگئی، اگلے دن بھی اسی طرح ہم لوگ حضرت نبی کریم علیہ السلام کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ آپ نے کل گزشتہ کی طرح فرمایا: کہ ابھی تھوڑی دیر میں ایک جنتی آدمی آپ حضرات کے سامنے نمودار ہونے والا

ہے، ہم پھر سراپا شوق وانتظار بن گئے، پھر وہی کل والا آدمی بالکل اسی حالت میں داڑھی سے وضو کا پانی جھاڑتے ہوئے اور بائیں ہاتھ میں اپنے جوتے لئے ہوئے نکلا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے دل میں تجسس پیدا ہوا اور انہوں نے سوچا کہ ہمیں معلوم کرنا چاہئے کہ آخر یہ آدمی ایسا کون سا نیک عمل کرتا ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ایک سے زائد بار دنیا میں ہی اس کے لئے جنت کی بشارت سنائی، چنانچہ وہ اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے جب گھر کے قریب پہنچے تو ایک بہانہ گھڑتے ہوئے فرمایا: کہ حضرت! میرے والد سے میرا جھگڑا ہو گیا ہے اور میں نے قسم کھالی ہے کہ ان کے پاس تین دن نہ جاؤں گا، براہِ کرم آپ مجھے تین دن اپنے گھر میں بسر کرنے کی اجازت دے دیں، میں آپ کا شکرگزار ہوں گا۔ انہوں نے قیام کی بخوشی اجازت دے دی۔

سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ہم سے بتلایا: کہ میں تین رات ان کے ساتھ ٹھہرا، ان کے اعمال کی ٹوہ میں رہا، میں نے اس میں کوئی خاص چیز نہ دیکھی، ہاں ایک چیز یہ دیکھی کہ وہ سونے کے دوران جب کروٹ بدلتے تھے تو اللہ کا نام لیا کرتے تھے، دوسرے یہ کہ زبان سے جب بھی بولتے تھے تو کوئی خیر کی بات ہی بولتے تھے۔

جب تین دن گذر گئے اور مجھ کو ان کے اعمال کچھ خاص نہ لگے تو میں نے ان سے کہا: حضرت! یہ سب تو بہانہ تھا کہ میرے والد سے میری ناچاقی ہو گئی ہے اور میں نے تین دن تک ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی ہے، بات دراصل یہ تھی کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ہم صحابہ سے تین بار ارشاد فرمایا: کہ ابھی ایک جنتی آدمی آنے والا ہے اور تینوں بار آپ ہی نکل کر آئے، تو میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ قیام کروں تا کہ بچشمِ خود دیکھ لوں کہ ایسا کون سا آپ خاص عمل کرتے ہیں کہ آپ کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت سنا دی گئی، تا کہ ہم اس کو اپنا کر اتنے بڑے وعدے کے مستحق بن سکیں۔ گستاخی معاف؛ لیکن میں نے تو آپ کو کوئی خاص عمل کرتے نہیں دیکھا، پھر آپ کو یہ بلند رتبہ کیسے مل گیا؟۔

انہوں نے جواباً کہا: میں تو بھائی وہی اعمال کرتا ہوں جو آپ نے بچشم خود دیکھ لیا، حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں جب میں چلنے لگا تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا اعمال تو میں وہی کرتا ہوں جو تم نے دیکھا:

غَيْرَ أَنِّيْ لَا أَجِدُ فِيْ نَفْسِيْ غِشًّا لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَلَا أَحْسُدُ أَحَدًا عَلٰى خَيْرٍ أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ.

میں اپنا دل مثلِ آئینہ شفاف رکھتا ہوں ☆ مجھے اچھا نہیں لگتا کسی سے بدگماں ہونا

میں کسی مسلمان بھائی کے تعلق سے اپنے دل میں کینہ کپٹ اور بغض وحسد نہیں رکھتا، حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا: هٰـذِهِ هِيَ الَّتِي بَلَّغَتْ بِكَ وَهِيَ الَّتِيْ لَا نُطِيْقُ. بس سمجھ میں آگیا اسی چیز نے آپ کو اتنے اونچے مرتبہ تک پہنچا دیا اور یہی کام ہم سے نہ ہوسکا، اس لئے آپ کا یہ مرتبہ ہم نہ پا سکے۔

(مسند احمد بن حنبل، بہ سند انس ۳/۱۶۶، رقم: ۱۲۶۹۷)

فائدہ از مترجم: آج کے اس زمانہ میں ایسے لوگ شاید و باید ہی ہوں گے جن کے دل کینہ و کپٹ، بغض و حسد کی گندگی سے پاک وصاف ہوں، اور جن کا ظاہر و باطن یکساں ہو۔ آج کل کا حال یہ ہے کہ لوگ ظاہر میں بہت بشاشت اور خوشی سے ملتے ہیں؛ لیکن دل میں میل رکھتے ہیں، آج کل لوگ گلے بھی ملتے ہیں تو دل نہیں ملتے؛ حالانکہ دل کی کینہ کپٹ سے صفائی پر صحابی رسول کو دنیا ہی میں حضرت نبی اکرم ﷺ کے زبانِ حق ترجمان سے جنت کی بشارت سنا دی گئی۔

ایک مرتبہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: کہ اے انس! اگر ہوسکے تو زندگی اسطرح گزارو کہ تمہارے دل میں کسی کے تعلق سے میل نہ ہو، پھر آپ نے فرمایا: یہی میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقے اور نقش قدم پر چلے گا تو وہ میرے ہمراہ جنت میں ہوگا۔ (رواہ الترمذی ۲/۹۶، رقم: ۲۶۷۸، باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ، کتاب العلم)

پہلے اجمال بعد میں تفصیل

حضرت نبی اکرم ﷺ کبھی کبھار اولاً ایک چیز کو اجمالاً ذکر کرتے، تاکہ مخاطب میں اس کی تفصیل جاننے کی طلب اور داعیہ پیدا ہو اور وہ متکلم سے اس اجمال کی تفصیل کی امید کرے، پھر متکلم اس اجمال کو کھولے اور بات مخاطب کو شوق وطلب کے بعد معلوم ہو اور نتیجتاً اس کے ذہن و دماغ میں اتر جائے۔ ذیل میں اس طرح کی چند روایات بطورِ نمونہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہیں۔

خلقِ خدا کی آواز کو نقارۂ خدا سمجھو

سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت نبی اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا، ہم نے اس جنازہ کی تعریف کی، آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: ''وَجَبَتْ'' (واجب ہوچکی) پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک دوسرا جنازہ گذرا اس بار ہم نے اس کی برائی کی،

پھر آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: ”وَجَبَتْ“ (واجب ہوچکی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی اکرم ﷺ سے فرمایا: کہ میرے والدین آپ پر قربان، ہمارے پاس سے پہلے ایک جنازہ گذرا جس کی ہم نے تعریف کی تو آپ نے فرمایا: ”وَجَبَتْ“ (واجب ہوچکی) اور دوسرا ایک جنازہ گذرا جس کی ہم نے برائی کی تب بھی آپ نے تین بار ارشاد فرمایا: ”وَجَبَتْ“ (واجب ہوچکی) آخر کیا چیز واجب ہوگئی؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بتایئے آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: جس جنازہ کی تم نے تعریف کی اس کے لئے تو جنت واجب ہوگئی اور جس جنازہ کی تم نے برائی کی اس کے لئے جہنم واجب ہوگئی، پھر آپ نے آخر میں تین بار ارشاد فرمایا: ”أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ“ اے صحابہ! تم روئے زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

فائدہ از مترجم: روایت سے یہ بات دو دو چار کی طرح واضح ہوگئی کہ دنیا سے رخصت ہونے والے کے مستحقِ جنت ہونے میں خلقِ خدا کے اس کے تعلق سے ذکرِ خیر کا بڑا اہم کردار ہے، اس لئے موت کی تیاری کرنے والے اور آخرت میں کامیابی کے حصول کے خواہاں کو اس بات کی طرف ہمیشہ توجہ دینی چاہیے کہ وہ زندگی میں ادائے حقوق، عدل وانصاف اور خوش خلقی وغیرہ جیسے اچھے امور انجام دیتا رہے، جن کی وجہ سے مرنے کے بعد اس کا ذکر خیر کیا جائے، نیز روایت سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ میت کے تعلق سے خلقِ خدا کا نازیبا تبصرہ اس کو مستحقِ جہنم بنا دیتا ہے؛ اس لئے انسان کو حق تلفی، ظلم وناانصافی اور بد خلقی وغیرہ جیسے برے کاموں سے بچنا چاہیے کہ جن کی وجہ سے لوگ میت کا برائی کے ساتھ تذکرہ کرتے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ. (ماخوذ از معارف وحکم ۲/۱۱۷)

نیکوکار کے اور بدکار کے دنیا سے رخصت ہونے میں فرق

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گذرا، تو آپ نے فرمایا: مُسْتَرِيْحٌ أَوْ مُسْتَرَاحٌ مِّنْهُ. ”یا تو یہ راحت پا جائے گا یا اس سے راحت مل جائے گی“۔ حضرات صحابہ نے عرض کیا: کہ اللہ کے رسول! آپ کے اس فرمان: مُسْتَرِيْحٌ أَوْ مُسْتَرَاحٌ مِّنْهُ. ”یا تو یہ راحت پا جائے گا یا اس سے راحت مل جائے گی“ کا کیا مطلب؟ آپ نے جواباً وضاحت فرمائی کہ اگر مرنے والا نیک ہوگا تو آج دنیا کے وبال وجنجال سے راحت پا جائے گا اور اگر وہ بدکار ہوگا تو اس کے مرنے کی وجہ سے اللہ کے بندے اور دیگر مخلوقاتِ خداوندی حتی کہ پیڑ پودوں اور جانوروں کو راحت مل جائے گی۔

فائدہ از مترجم: یعنی نیک آدمی کے لئے موت ایک اچھی چیز ہے کہ وہ موت کے ذریعہ دنیا کی تکلیفوں وبلاؤں سے، آفات ومصائب سے نجات پاکر اس قبر میں جا پہنچتا ہے جو اس کے لئے "رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ. (یعنی جنت کا ایک خوش نما باغ ہوتی ہے) برخلاف جب کوئی گنہگار مرتا ہے جس کی گنہگاری کی نحوست کی وجہ سے اللہ کی طرف سے بلائیں آتی ہیں، جس سے انسان تو انسان معصوم جانور چرند پرند تک بھی پریشان ہوتے ہیں، تو اس کے مرنے کی وجہ سے خلقِ خدا کو راحت میسر آجاتی ہے، گو کہ خود اس کو راحت نہیں ملتی؛ بلکہ اس کو پریشانی در پریشانی پیش آتی ہے، حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کے مطابق آدمی کا مرنا "اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ" دو بھلائی میں سے ایک بھلائی سے خالی نہیں ہے۔

پڑوسیوں کو ستانے والا مومنِ کامل نہیں

حضرت ابو شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے تکرار کے ساتھ ارشاد فرمایا: وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ. قسم بخدا! وہ شخص تو مومنِ کامل ہو ہی نہیں سکتا۔ جب آپ نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا: تو قریب موجود حضرات صحابہ نے دریافت کیا: مَنْ يَا رَسُوْلَ اللهِ! اے اللہ کے رسول! کون مومن کامل نہیں ہوسکتا، آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: اَلَّذِيْ لَا يُؤْمِنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ. وہ شخص مومنِ کامل نہیں ہوسکتا کہ جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے سمجھنے والا پڑوسی کے حقوق کی اہمیت کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے پڑوسی کو ایذاء پہنچاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ایمان میں نقص اور کمی ہے اور وہ کامل درجہ کا مومن نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ حضرت جبرئیل ایک بار تشریف لاکر پڑوسی کے اتنے حقوق بتانے لگے کہ مجھے یہ اندیشہ ہونے لگا کہ وہ کہیں یہ نہ فرمادیں کہ پڑوسی تمہارے مرنے کے بعد تمہارے ترکہ میں وارث بھی ہوگا۔

والدین کا نافرمان ذلیل وخوار ہوگا

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت نبی اکرم ﷺ نے تین بار

ارشادفرمایا: رَغِمَ اَنْفُهُ، رَغِمَ اَنْفُهُ، رَغِمَ اَنْفُهُ ۔اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، مطلب یہ ہے کہ ایسا آدمی ذلیل وخوار ہو، حضرت نبی اکرم ﷺ سے استفسار کیا گیا کہ اللہ کے رسول کس کی ناک خاک آلود ہو اور کون ذلیل وخوار ہو؟ آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: وہ شخص ذلیل وخوار ہو کہ جس نے بوڑھاپے کے عالم میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور ان کی خدمت بجالا کر مستحقِ جنت نہ ہوا۔

فائدہ از مترجم: غور کیجئے آج ہمارے سماج میں کتنے ایسے لوگ ہیں جو بوڑھے والدین کی خدمت کو بار بلکہ عار سمجھتے ہیں، خدمت کرنا تو دور ان کو ڈانٹتے ڈپٹتے ہیں۔ فَاِلَى اللهِ الْمُشْتَكىٰ.

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بددعا پر حضرت نبی اکرم ﷺ کا آمین کہنا

حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ہم صحابہ سے کہا: کہ مسجد کے منبر کے قریب قریب جمع ہو جاؤ، ہم تعمیل حکم میں جمع ہو گئے، پھر حضرت نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور منبر کے پہلے پائیدان پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین، پھر دوسرے پائیدان پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین، پھر تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ یہ چیز ایک انہونی چیز تھی، اس سے پہلے بھی حضرت نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے تھے، لیکن کبھی آپ ﷺ نے اس طرح تین بار آمین نہ کہی تھی، اس لئے جب آقا حضرت نبی اکرم ﷺ منبر سے اترے تو ہم نے اس کے بارے میں استفسار کیا تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تھے، میں نے جب پہلے پائیدان پر قدم رکھا تو انہوں نے فرمایا: برباد ہو وہ شخص جو رمضان کا مہینہ پائے پھر بھی وہ نماز وعبادت کر کے اپنی مغفرت نہ کرا سکے، میں نے کہا آمین، پھر جب دوسرے پائیدان پر میں نے قدم رکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بددعا کی کہ وہ شخص تباہ وبرباد ہو جس کے سامنے آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آئے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین، میں نے جب تیسرے پائیدان پر قدم رکھا تو انہوں نے بددعا کرتے ہوئے کہا وہ شخص ہلاک وبرباد ہو جس نے بوڑھاپے کی حالت میں والدین میں سے ہر ایک کو یا کسی ایک کو پایا اور وہ ان کی خدمت کر کے خود کو مستحقِ جنت نہ بنا سکا، میں نے کہا آمین۔ (شعب الایمان ۲/۲۱۵، رقم: ۱۵۷۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

○❖○

مواعظِ صحابہؓ: ۵۴/ویں قسط

مواعظ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

جمع وتشریح: الدکتور عمر بن عبداللہ اُستاذ کلیۃ الشریعۃ جامعۃ القصیم سعودیہ عربیہ
تسہیل وترجمانی: مولانا مفتی محمد اجمل قاسمی اُستاذ اَدب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائلؓ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنوسہم سے تعلق رکھتے تھے، آپ بڑے عبادت گزار تھے، آپ کا شمار علماء صحابہ میں ہوتا تھا، آپ کے والد عمرو بن العاصؓ بھی معروف صحابی ہیں، بعض علماء کا خیال ہے کہ صاحبزادے عبداللہ اپنے والد گرامی عمرو بن العاصؓ سے پہلے اسلام لائے تھے۔

آپ کے بہت سے فضائل ومناقب ہیں، علم وعمل دونوں میں آپ بڑے پختہ تھے، آپ نے رسول اللہ ﷺ سے بہت سارا علم حاصل کیا، آپ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے احادیث تحریر کیا کرتے تھے، جب کہ اس وقت صحابہ میں صرف قرآن پاک کے لکھنے کا معمول تھا، احادیث لکھنے کا معمول نہیں تھا، چنانچہ بعض صحابہ نے آپ کے اس عمل پر اعتراض کیا تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے مسئلہ دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حدیث لکھنے کی اجازت دی، صحابہ کے زمانے کے بعد حدیث کی حفاظت کی اس کے سوا کوئی صورت ہی نہیں رہی کہ اس کو لکھ کر محفوظ کرلیا جائے، چنانچہ حدیث کی حفاظت کرنے والوں نے اس مبارک کام کو انجام دیا، اور حضرت عبداللہ کا عمل ان کے لیے دلیل اور اسوہ بنا۔

آپ بہت زیادہ عبادت گزار تھے، صحابہ میں آپ کی کثرت عبادت مشہور ومعروف تھی، چنانچہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے کہا کہ عبداللہ کہتے ہیں کہ ’’میں تو ہمیشہ راتوں کو عبادت میں گذاروں گا اور دن کو روزہ رکھوں گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’عبداللہ کیا تم نے ایسی بات کہی ہے؟ انہوں نے کہا: جی رسول اللہ میں نے یہ بات کہی ہے، آپ نے فرمایا تم اسے نبھا نہیں سکوگے، تم ایسا کرو کہ کبھی روزہ رکھو، اور کبھی چھوڑ دیا کرو، اور رات میں سویا بھی کرو اور عبادت بھی کیا کرو، بس مہینے میں تین روزہ رکھ لیا کرو، اس لیے کہ ایک نیکی دس شمار ہوتی ہے، تو اس طرح تین دن کا روزہ گویا پورے مہینے کا روزہ شمار ہوگا، اور تم ہمیشہ روزہ رکھنے والے سمجھے جاؤگے، تو حضرت عبداللہؓ نے کہا مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے، تو حضور ﷺ

نے کہا: پھر ایسا کرو کہ ایک دن روزہ رکھو اور دو دن بغیر روزے کے رہو، تو حضرت عبداللہ نے عرض کیا: مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: تو پھر ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن بے روزہ رہو، یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے، اور بہت معتدل روزہ ہے، عبداللہ نے کہا: مجھے اس سے بہتر روزے کی طاقت ہے، (یعنی میں اس سے زیادہ روزہ رکھ سکتا ہوں) حضور ﷺ نے فرمایا: اس سے بہتر کوئی روزہ نہیں ہے، چنانچہ یہی ساری زندگی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا معمول رہا؛ مگر جب عمر زیادہ ہو گئی اور اس معمول کو باقی رکھنے میں دشواری ہونے لگی تو کہا کرتے تھے، کاش! حضور ﷺ نے مہینے میں تین دن روزے کی جو بات کہی تھی میں اس رخصت کو قبول کر لیتا''۔ (بخاری ۱۹۷۵، مسلم ۱۱۵۹)

لیکن چوں کہ رسول اللہ ﷺ سے خود ہی اصرار کر کے ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کی اجازت چاہی تھی، اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی بھر اسی کے مطابق عمل بھی رہا تو آپ ﷺ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اس معمول کو ترک کرنا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو مناسب معلوم نہیں ہوا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ شریعت کے رخصتوں کو قبول کرنا چاہیے، اور اپنے اوپر ایسی سختی نہیں کرنی چاہیے جو آدمی کے لیے پریشانی کا سبب بن جائے۔

حضرت عبداللہؓ کی وفات ۶۵ھ میں سرزمین کنانہ مصر میں ہوئی، رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۷۹)

فضول باتوں سے دور رہو

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بہت سے مواعظ منقول ہیں، ان ہی میں آپ کا یہ ارشاد بھی ہے، فرمایا:

دَعْ مَالَسْتَ مِنْهُ فِيْ شَيْءٍ، وَلَاتَنْطِقْ فِيْمَا لَايَعْنِيْكَ، وَاخْزُنْ لِسَانَكَ كَمَا تَخْزُنُ نَفْقَتَكَ. (مصنف ابن ابی شیبہ ۷/۱۲۸)

جس چیز سے تمہارا کوئی واسطہ نہ ہو اسے چھوڑ دو، اور جس بات سے تمہارا کچھ لینا دینا نہ ہو اس کے بارے میں گفتگو نہ کرو، اور اپنی زبان کو اس طرح بچاؤ جس طرح اپنا خرچ بچاتے ہو۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں دو باتیں ہیں، ایک یہ کہ فضول کاموں سے دور رہو، دوسرے یہ کہ فضول باتوں سے دور رہو۔

جہاں تک پہلی چیز کا تعلق ہے یعنی یہ کہ فضول کاموں سے دور رہو تو آپ کا یہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بہت ملتا جلتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ. (جامع الترمذي ٢٣١٧، ابن ماجه ٣٩٧٦) کہ آدمی کے اسلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ جو چیز اس سے متعلق نہ ہو اسے چھوڑ دے۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے گو کچھ کمزور ہے مگر علامہ ابن رجب کے بقول یہ حدیث اپنے اندر ادب زندگی کا ایک عظیم ترین اصول رکھتی ہے۔

جن فضول کاموں کے چھوڑنے کی بات حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہی ہے اس سے مراد وہ کام ہیں جو دینی یا دنیوی اعتبار سے ہمارے لیے غیر ضروری اور غیر مفید ہوں۔

لوگوں کا عام مزاج ہے کہ جن کاموں سے ان کا دور قریب کا کوئی بھی تعلق اور واسطہ نہیں ان میں دخل اندازی کے لیے کوشاں رہتے ہیں، اور اس کے چکر میں اپنا قیمتی وقت اور توانائی دونوں ضائع کرتے ہیں، شریعت نے بہت سی چیزوں کی تفصیل بیان نہیں کی ہے، اس لیے کہ ان تفصیلات کو جان لینے سے ہمارا کوئی دینی یا دنیوی فائدہ نہیں ہے، مگر لوگ ہیں کہ ان کو جاننے کے درپے رہتے ہیں، اور اس کے بارے میں اہل علم سے سوالات کرتے رہتے ہیں، چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد کے حالات میں لکھا ہوا ہے کہ ان کے پاس ایک بادشاہ کا خط آیا، اس خط میں بادشاہ نے ان سے یہ سوال دریافت کیا تھا کہ قیامت کے دن جو انصاف کی ترازو قائم ہوگی، اس کے دونوں پلڑے سونے کے ہوں گے یا چاندی کے، تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ میرے استاذ امام مالکؒ نے امام زہریؒ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ“. (جامع الترمذي ٢٣١٧، ابن ماجه ٣٩٧٦) کہ ”آدمی کے اسلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ جو چیز اس سے متعلق نہ ہو اسے چھوڑ دے“۔ چونکہ سوال بالکل فضول تھا جس کے جاننے میں نہ دین کا کوئی فائدہ تھا نہ دنیا کا تو یہ حدیث لکھ کر تنبیہ فرمائی کہ ایسی لایعنی باتوں سے آدمی کو دور رہنا چاہیے۔

اسی طرح بہت سے طلبہ اور بالخصوص ابتدائی درجات کے طلبہ ایسی باتیں دریافت کرتے ہیں، جس کا علم و تحقیق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی سبق سمجھنے میں انہیں اس سے کوئی مدد ملتی ہے، مگر فضول میں یا استاذ کو محض پریشان کرنے کے لیے وہ ایسے سوالات کرتے رہتے ہیں، اور ایسے غیر مفید اور لایعنی مشغلے میں پڑ کر علم کی برکت سے محروم، اور علم نافع کے حصول کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں۔

اسی طرح بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو دوسروں کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو جاننے کی فکر اور ٹوہ میں رہتے ہیں، حالاں کہ ان باتوں کے جاننے سے انہیں فائدہ تو کیا ہوتا الٹا نقصان ہوتا ہے، ان کی ایسی حرکتوں سے دشمنی اور جھگڑے جنم لیتے ہیں، مگر پھر بھی لوگ ہیں کہ مانتے نہیں، اور یہ ایک ایسی بری عادت ہے کہ اگر شریعت مطہرہ نے اس سے نہ بھی منع کیا ہوتا تو بھی شریف طبیعتیں ایسی ذلیل حرکتوں سے نفرت کرتیں اور اچھے لوگ کبھی اسے پسند نہ کرتے، اس طرح کی پست حرکتیں بھی فضول اور لایعنی کاموں میں شامل ہیں، نیز ایسے کام کرنا لوگوں کی ٹوہ میں لگنے اور ان کے عیوب کی پردہ دری کرنے میں داخل ہے، جسے حدیث میں سخت الفاظ میں منع کیا گیا ہے۔

حضرت کی دوسری نصیحت یہ ہے کہ ''جس بات سے تمہارا کچھ لینا دینا نہ ہو اس کے بارے میں گفتگو نہ کرو، اور اپنی زبان کو اس طرح بچاؤ جس طرح اپنا خرچ بچاتے ہو''۔ اس نصیحت کا خلاصہ یہ ہے کہ فضول باتوں سے اپنی زبان کو آلودہ نہ کرو، فضول کاموں میں فضول باتیں بھی داخل ہیں، اس لیے الگ سے اس کے ذکر کی ضرورت نہ تھی؛ لیکن انسان زبان ہی سے چوں کہ فضول مشغلوں میں زیادہ پڑتا ہے اس لیے خصوصیت سے زبان کو ذکر کیا گیا ہے، حضرت کی اس نصیحت میں درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے اس مبارک ارشاد کا عکس ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ. (صحيح البخاري ٦٠١٨، مسلم ٤٧) ''جو بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ یا تو بھلی بات بولے ورنہ چپ رہے''۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جملے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جب بولنے کا ارادہ کرے تو بولنے سے پہلے ذرا سوچ لے، اگر اسے یہ سمجھ میں آئے کہ جو بات وہ کہنا چاہ رہا ہے وہ بے ضرر ہے تو کہہ دے، اور اگر اس میں کوئی ضرر ہو (مثلاً کسی کی دل آزاری ہو) یا ضرر کا شبہ ہو تو خاموشی اختیار کرے اور وہ بات نہ بولے۔

سلف کے یہاں زبان کی حفاظت کی تاکید اور نصیحت بہت کثرت سے ملتی ہے، چنانچہ اس سلسلے میں ان سے بہت سے اقوال منقول ہیں، بلکہ بعضوں نے تو گفتگو اور خاموشی کے آداب میں کتابیں لکھی ہیں۔

یعلی بن عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ محمد بن سوقہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا: میں تم سے ایک بات کہتا ہوں شاید اس سے تمہیں فائدہ ہو؛ اس لیے کہ مجھے اس سے فائدہ ہوا ہے، ہم سے

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

يَابَنِي أَخِيْ! إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ فُضُوْلَ الْكَلَامِ، وَكَانُوْا يَعُدُّوْنَ فُضُوْلَ الْكَلَامِ مَاعَدَا كِتَابَ اللّٰهِ أَنْ تَقْرَأَهُ، أَوْ تَأْمُرَ بِمَعْرُوْفٍ، أَوْ تَنْهَى عَنْ مُنْكَرٍ، أَوْتَنْطِقَ بِحَاجَتِكَ فِيْ مَعِيْشَتِكَ الَّتِيْ لَابُدَّ لَكَ مِنْهَا، أَتُنْكِرُوْنَ؟ "وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِيْنَ. كِرَامًا كَاتِبِيْنَ" و "عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ. مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ". أَمَا يَسْتَحْيِ أَحَدُكُمْ أَنْ لَوْ نُشِرَتْ عَلَيْهِ صَحِيْفَتُهُ الَّتِيْ أَمْلَى صَدْرَ نَهَارِهِ، كَانَ أَكْثَرُ مَا فِيْهَا لَيْسَ مِنْ أَمْرِ دِيْنِهِ وَلَادُنْيَاهُ.

(مصنف ابن ابی شیبة ٣٥٤٦٩)

اے برادر زادو! تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ فضول کلام ناپسند کرتے تھے، قرآن کی تلاوت، بھلائی کو رواج دینے، برائی کو روکنے، اور اپنی ضروریات زندگی کے بارے میں بات چیت کے علاوہ جو گفتگو ہو وہ ان کے نزدیک فضول بات شمار کی جاتی تھی، کیا تمہیں اللہ تعالی کے اس ارشاد سے انکار ہے؟ کہ "تم پر کچھ نگراں (فرشتے) مقرر ہیں، وہ معزز لکھنے والے فرشتے ہیں، جو تمہارے کاموں کو جانتے ہیں" اسی طرح اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ایک (فرشتہ) دائیں اور دوسرا بائیں جانب بیٹھا ہوا ہے، انسان کوئی بھی لفظ زبان سے نکال نہیں پاتا، مگر اس پر ایک نگراں مقرر ہوتا ہے، ہر وقت (لکھنے کے لیے) تیار۔ کیا تمہیں اس بات سے شرم نہیں آتی کہ تم میں سے کسی شخص کا اگر وہ اعمال نامہ پھیلا دیا جائے جو دن کے شروع میں لکھا گیا ہے تو اس میں اکثر باتیں وہی ملیں گی جس کا نہ دین سے کوئی تعلق ہوگا اور نہ دنیا سے۔

اگر ہم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اس نصیحت پر عمل کریں کہ "زبان کو اس طرح بچا کر رکھو جیسے اپنا خرچ بچاتے ہو" تو ہم کم بولیں گے، اور بولیں گے تو ضرورت ہی کی بات بولیں گے۔

لاعلمی کا اظہار بھی علم ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی نصیحتوں میں سے ایک نصیحت یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا:

مَنْ سُئِلَ عَمَّالَايَدْرِيْ، فَقَالَ:

جس آدمی سے کسی ایسی چیز کے بارے میں پوچھا گیا

لَاأَدْرِي، فَقَدْ أَحْرَزَنِصْفَ الْعِلْمِ. (العقد الفريد ٢/ ٨٥)

جس کے بارے میں اسے علم نہیں تو جواب میں اس نے یہ کہہ دیا کہ مجھے معلوم نہیں تو اس نے آدھا علم محفوظ کرلیا۔

[مترجم عرض کرتا ہے کہ شریعت کا منشا ایک طرف یہ ہے کہ لوگوں کو صحیح باتیں پہنچائی جائیں، اور دوسری طرف منشا یہ ہے کہ لوگوں کو غلط باتوں سے محفوظ رکھا جائے، اب جسے سوال کا صحیح علم نہیں ہے وہ اگر لوگوں کو الٹا سیدھا جواب دینے کے بجائے یہ کہہ دیتا ہے کہ مجھے صحیح جواب معلوم نہیں ہے، تو گویا اس نے لوگوں کو غلط بات سے محفوظ رکھ کر شریعت کی ایک منشا پوری کردی، اس لیے فرمایا گیا کہ ایسے شخص نے آدھا علم محفوظ کرلیا۔]

یہ نصیحت کوئی بھی کرتا تو اہم سمجھی جاتی، مگر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ جیسا عظیم صاحب علم اگر ایسی نصیحت کرے تو یقیناً اس کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔

سلف سے اس طرح کی نصیحتیں بکثرت منقول ہیں، اس لیے کہ وہ لوگ جانتے تھے کہ صحیح علم کے بغیر کوئی بات کرنا رسول اللہ ﷺ کی نظر میں کتنا سنگین تھا، اس لیے صحیح معلومات نہ ہونے پر وہ بے تکلف کہہ دیتے تھے کہ مجھے اس سوال کا جواب معلوم نہیں، اور اس میں وہ کوئی عار یا اپنی کسر شان نہیں محسوس کرتے تھے، اور اپنے شاگردوں کو اس بات کی نصیحت بھی کیا کرتے تھے۔

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا: ''مِنْ عِلْمِ الرَّجُلِ أَنْ يَقُوْلَ لِمَا لَايَعْلَمُ: اَللّٰهُ أَعْلَمُ، لِأَنَّ اللّٰهَ قَالَ لِرَسُوْلِهِ'' ﴿قُلْ مَا اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾. (الآداب الشرعية والمنح المرعية ٢/ ٥٨) آدمی کے علم کی دلیل یہ ہے کہ وہ جس چیز کو نہ جانتا ہو اس کے بارے میں کہے کہ اللہ تعالی زیادہ جاننے والا ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا: اے پیغمبر کہہ دو کہ میں اپنی (دعوت وتبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

[تو جب رسول تکلف کرنے والوں میں نہیں ہیں، تو ہمیں اور آپ کو کیا ضرورت ہے کہ جس بات کا جواب معلوم نہ ہو تکلف کرکے اس کا بھی غلط صحیح جواب دیں۔ ہاں جو اہل علم ہیں، اور علم نہ ہونے پر وہ تحقیق کرنے کے بعد صحیح جواب دیتے ہیں تو وہ تکلف کرنے والے نہیں؛ بلکہ تحقیق کرنے والے ہیں جو کہ ایک پسندیدہ بات ہے، از مترجم]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ، كِتَابٌ نَاطِقٌ، وَسُنَّةٌ مَاضِيَةٌ، وَلَا أَدْرِي. (أيضا) علم تین ہیں، بولنے والی کتاب یعنی قرآن مجید، اور رسول اللہ ﷺ کی وہ سنت جس پر عمل جاری ہے، اور (آدمی کا اس بات کے جواب میں جسے وہ جانتا نہ ہو یہ کہنا) کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔

ابن عجلان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: إِذَا أَغْفَلَ الْعَالِمُ لَاأَدْرِي، أُصِيبَتْ مَقَاتِلُهُ. (أيضا) جب عالم ''میں نہیں جانتا'' کہنا بھول جائے، تو اس کی جان پر بن آتی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''لَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ يَنْبَغِي اَنْ يُتَكَلَّمَ فِيْهِ، وَذَكَرَ أَحَادِيْثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُسْأَلُ فَيَقُوْلُ: لَاأَدْرِي حَتّٰى أَسْأَلَ جِبْرَئِيْلَ'' آدمی کو ہر چیز کے بارے میں گفتگو نہیں کرنی چاہیے، اور آپ نے رسول اللہ ﷺ حدیثوں کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا جاتا تھا تو آپ کہتے تھے مجھے اس کے بارے میں علم نہیں، جب تک جبرئیل علیہ السلام سے معلوم نہ کرلوں۔

اسی طرح آپ نے ایک مرتبہ فرمایا: مجھے یہ بات پسند ہے کہ کوئی شخص مجھ سے کوئی مسئلہ نہ پوچھے، میرے لئے سب سے مشکل اور گراں چیز یہ ہے کہ کوئی مجھ سے مسئلے پوچھے، سوال پوچھ کر آدمی خود تو فارغ ہوجاتا ہے اور ذمہ داری کا بوجھ آپ کی گردن پر ڈال دیتا ہے۔ (جامع بیان العلم ۱/۳۸۰)

اس بارے میں سلف کے اقوال بے شمار ہیں، محفوظ راستے پر چلنے والا وہ ہے جو بولے تو علم وتحقیق سے بولے، ورنہ خاموشی اختیار کرے، اور اگر کوئی دوسرا مسئلہ بتادے تو آدمی کو خوشی ہو کہ چلو میں ایک آزمائش سے بچ گیا۔

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ علم دین کے وہ ماہرین اور بڑے لوگ، جن کی تحقیق اور فتووں پر امت عمل کرتی چلی آرہی ہے، وہ مسئلے مسائل کے سلسلے میں اس قدر محتاط تھے، اور سوال کئے جانے پر ذمہ داری کے احساس سے دبے جاتے تھے، اور ہمارے زمانہ میں لوگوں کا حال یہ ہے کہ جہاں دین اور دینداری کی تھوڑی سی ہوا لگ گئی تو وہ نازک سے نازک اور اہم سے اہم تر مسائل میں اپنی رائے دینا ضروری سمجھتے ہیں، نہ تو غلط صحیح کی کوئی پرواہ ہوتی ہے، اور نہ امانت ودیانت کا کوئی احساس، اللہ ہمیں بے تحقیق گفتگو کرنے سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

۲۳/ویں قسط

سلفِ صالحین کے

روشن ملفوظات وواقعات

جمع وترتیب: شیخ ابویحییٰ زکریا بن غلام قادر حفظہ اللہ تعالیٰ
تلخیص وترجمانی: محمد سلمان منصورپوری

جودوسخا اور صدقہ خیرات

○ سید القراء حضرت امام ابن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ”ایک شخص نے میرے پاس سو دینار بطور امانت رکھوائے، تو میں نے اُس سے اجازت لی کہ اَدائیگی تک اگر مجھے ضرورت پیش آئی تو کیا میں اِس میں سے خرچ کرسکتا ہوں“؟ تو اُس نے اِجازت دے دی۔ اتفاق سے مجھے ضرورت پیش آ گئی تو میں نے وہ رقم خرچ کرلی، اُس کے بعد ہی اُس شخص کا قاصد تقاضا کرنے آ گیا، تو میں نے اُس سے صورتِ حال بیان کی کہ ”مجھے ضرورت پیش آ گئی تھی (تو میں نے اجازت کے مطابق اُسے خرچ کرلیا) اور فی الوقت دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے“۔ فرماتے ہیں کہ اُس کے بعد میں مستقل دعا کیا کرتا تھا کہ ”اے اللہ امانت کہیں ضائع نہ ہوجائے، آپ اُس کی اَدائیگی کا انتظام فرمادیجئے“۔

حضرت کا بیان ہے کہ میں گھر سے نکلا اور جب واپس ہونے لگا تو ابھی گھر میں داخل ہونے کے لئے اپنا قدم رکھا ہی تھا کہ اچانک ایک اجنبی شخص نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک تھیلی دی جس میں سو دینار تھے؛ مگر لوگوں کو یہ پتہ نہیں چل سکا کہ تھیلی کہاں سے اور کس کی طرف سے آئی تھی؟ یہاں تک حضرت ابن المنکدر اور حضرت عامر ابن عبداللہ بن زبیر- رضی اللہ عنہم- کا انتقال ہوگیا۔

(راوی کا بیان ہے کہ) اُس کے بعد ایک شخص نے خبر دی کہ حضرت عامرؒ نے مجھے یہ تھیلی دے کر اُن کے پاس بھیجا تھا اور تاکیدی حکم دیا تھا کہ میرے انتقال تک یا حضرت ابن المنکدرؒ کے انتقال تک اِس

کا تذکرہ مت کرنا، آج میں اِس کا تذکرہ کر رہا ہوں جب کہ دونوں حضرات دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ۱۵۲/۳، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۰۹)

○ حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ''امیر المومنین اِمام شعبہؒ انتہائی رقیق القلب اور نرم دل انسان تھے، بسا اوقات جب کوئی سائل اُن کے پاس سے گذرتا تو گھر میں تشریف لے جاتے اور جو میسر ہوتا، اُسے لاکر پیش فرما دیتے''۔ (حلیۃ الاولیاء ۱۴۵/۷، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۰۹)

○ ابن ابی نعیم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے خاندان کے ایک شخص کی حضرت عاصم بن عمرؓ سے ایک مشترکہ زمین کے سلسلے میں سخت کلامی ہوگئی اور اُس نے حضرت عاصم بن عمرؓ سے (دھمکی آمیز لہجے میں) کہہ دیا کہ میں ایسا ایسا کردوں گا۔ تو حضرت عاصم- جو بڑے دانا انسان تھے- نے اُس سے جواباً ارشاد فرمایا کہ: اَرے بھائی! تم یہاں تک پہنچ گئے (بدتمیزی پر اتر آئے) جاؤ آج سے یہ پوری زمین تمہارے لئے ہے، اِس پر اُس شخص کو بڑی شرمندگی ہوئی اور اُس نے حضرت عاصمؓ سے معافی مانگ لی۔ (کتاب الکرم والجود وسخاء النفوس ص:۳۶، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۰۹)

○ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ''میں نے ایسے لوگوں (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہم) کو دیکھا ہے کہ وہ لوگ کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتے تھے اور وہ اپنے اہل خانہ کو بھی اِسی بات کی تاکید کیا کرتے تھے''۔ (الزہد للامام احمد ص:۳۱۹، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۰۹-۱۱۰)

○ حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ابوالمنہال طائی نے مجھ سے بیان کیا کہ ''میں نے حضرت علی بن حسینؒ کو دیکھا کہ وہ اپنے دست مبارک سے مسکین کو کھانا کھلا رہے ہیں''۔ (الزہد للامام احمد ص: ۲۰۸، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۱۰)

○ حضرت عامر رحمۃ اللہ علیہ کی بھتیجی نے اپنے چچا کے لئے دودھ کی ٹکیا تیار کیں اور اُن کو لے کر چچا جان کی خدمت میں اُن کے افطار کے لئے حاضر ہوئیں۔ فرماتی ہیں کہ اتنے میں ایک سائل نے آواز دی کہ: ''ہے کوئی جو اِس بھوکے کا پیٹ بھر دے!'' تو چچا جان نے فرمایا: ''بھتیجی! یہ کھانا میرے لئے ہی لائی

ہونا، میں اسے جیسے چاہوں استعمال کروں!؟'' اُنہوں نے کہا بالکل چچا جان! تو حضرت نے وہ کھانا سائل کو دے دیا اور فرمایا: ''بھتیجی! یہ پیٹ برتن کے مانند ہے تم جس چیز سے بھی اس کو بھر دوگی، بھر جائے گا؛ جب کہ تمہارے صدقہ خیرات کا ثواب ہمیشہ باقی رہے گا''۔ (الزہد للامام احمد ص:۲۷۱، من أخبار السلف الصالح ص:۱۱۰)

○ حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر ایک سائل آیا، تو حضرت ربیع نے فرمایا کہ اس فقیر کو ''سُکّر'' (ایک قسم کی مٹھائی) دے دو، حضرت کے اہل خانہ سمجھے کہ شاید حضرت کا مقصد ''کسرۃ'' (روٹی کا ٹکڑا) دینا ہے، تو حضرت نے فرمایا کہ ''نہیں! اِس کو ''سکر'' (مخصوص مٹھائی) ہی دو؛ اِس لئے کہ ربیع کو بھی ''سکر'' پسند ہے۔ (الزہد للامام احمد ص:۳۹۷، من أخبار السلف الصالح ص:۱۱۰)

○ حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ کی باندی کہتی ہیں کہ ''حضرت ربیع ہمیشہ پوری روٹی صدقہ کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ (پوری روٹی کے بجائے صرف ٹکڑا صدقہ کرنے کی وجہ سے) میرے صدقے (کا ثواب) بھی نامکمل رہ جائے''۔ (الزہد للامام احمد ص:۴۰۵، من أخبار السلف الصالح ص:۱۱۰)

○ حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ''وہ رمضان المبارک میں ہر دن پچاس لوگوں کو افطار کراتے اور عید الفطر کی رات میں اُن میں سے ہر ایک کو جوڑا بھی عنایت فرماتے''۔

(سیر اعلام النبلاء ۲۳۸/۵، من أخبار السلف الصالح ص:۱۱۰)

○ گریہ وزاری میں مشہور عابد و زاہد حضرت بہیم عجلی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک مالدار تاجر سفر حج میں ساتھ ہو گئے، جب حج سے واپسی ہوئی تو ایک صاحب- جو دونوں کی رفاقت میں واسطہ بنے تھے- ملاقات کے لئے آئے اور علیک سلیک کے بعد تاجر صاحب سے حضرت بہیم عجلی کی رفاقت میں سفر کی کارگذاری دریافت کرنے لگے، تو تاجر صاحب نے فرمایا کہ: ''میری نظر میں حضرت کی شخصیت خلق خدا میں بے مثال ہے، بخدا! دوران سفر وہ خرچ کرنے میں مجھ سے آگے تھے؛ جب کہ میں مال دار تھا اور وہ تنگ دست تھے۔ اِسی طرح خدمت میں بھی وہ مجھ سے آگے تھے جب کہ وہ بوڑھے کمزور انسان تھے اور میں نوجوان تھا، وہ میرے لئے کھانا تیار کرتے تھے جب کہ خود روزے سے ہوتے تھے اور میں بے روزہ

ہوتا تھا‘‘۔(لطائف المعارف ص:۴۱۳،۳۰من أخبار السلف الصالح ص:۱۱۰)

○ ابومودود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عامر ابن عبداللہ بن زبیر؛ شیخ ابو حازم، صفوان بن سلیم، سلیمان اور اُن جیسے بہت سے عابدین وزاہدین رحمہم اللہ کے پاس اُن کی قیام گاہوں پر تشریف لے جاتے اور اِس انتظار میں رہتے کہ یہ لوگ سجدے میں جائیں؛ چناں چہ جب وہ لوگ سجدہ کی حالت میں ہوتے تو حضرت عامرؒ دراہم ودینار سے بھری تھیلیاں اُن حضرات کے جوتوں کے پاس اتنی خاموشی سے رکھ دیتے کہ اُن لوگوں کو حضرت کی ذات کا علم ہی نہ ہوتا۔ حضرت سے کہا گیا کہ ’’آپ کسی ذریعہ سے اِس کو اُن لوگوں تک کیوں نہیں پہنچوا دیتے؟!‘‘ تو فرمایا کہ ’’مجھے یہ اچھا نہیں لگتا ہے کہ اُن میں سے کوئی شخص میرے قاصد کو دیکھ کر یا مجھ سے ملاقات کے وقت سبکی محسوس کرے‘‘۔ (صفۃ الصفوۃ ۲/۴۱۱، من أخبار السلف الصالح ص:۱۱۰-۱۱۱)

○ حضرت مورق عجلی رحمۃ اللہ علیہ تجارت کیا کرتے تھے؛ لیکن جو مال بھی کماتے اُسے ہفتہ بھر میں صدقہ وغیرہ کرکے ختم فرمادیتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب کسی مسلمان بھائی سے ملتے تو اسے تین سو، چار سو، پانچ سو (دراہم یا دینار) دے دیتے اور فرماتے کہ میری یہ رقم تم اپنے پاس بطور حفاظت رکھ لو، ضرورت کے وقت لے لوں گا، چند روز کے بعد جب اُس سے ملاقات ہوتی تو فرماتے کہ ’’وہ رقم تم اپنے مصرف میں خرچ کرلو‘‘، وہ اگر کہتا کہ ’’مجھے ضرورت نہیں ہے‘‘ تو فرماتے کہ ’’میں اسے واپس نہیں لوں گا تم چاہے جہاں صرف کرو‘‘۔ (الزہد للامام احمد ص:۳۸۰، من أخبار السلف الصالح ص:۱۱۱)

○ محمد بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ’’حضرت امام بخاریؒ بہت داد ودہش کیا کرتے تھے، طلبہ حدیث میں سے کسی ضرورت کا ہاتھ پکڑتے اور خاموشی سے ۲۰-۳۰ (دراہم یا دینار) اُس کو دے دیتے، آپ کے پیسوں کی تھیلی ہمیشہ آپ کے پاس رہتی، میں نے اُن کو دیکھا کہ اُنہوں نے ایک شخص کو بارہا ایک ایسی تھیلی دی جس میں تین سو دراہم تھے‘‘۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۵۰، من أخبار السلف الصالح ص:۱۱۱)

○ احمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ابوعبید قاسم بن سلامؒ نے کتاب ’’غریب الحدیث‘‘ تصنیف فرمائی اور اُس کو عبداللہ بن طاہرؒ کی خدمت میں پیش کیا تو اُنہوں نے اُس کو بے حد پسند

کیا، پھر فرمایا کہ ''اس کتاب کے مصنف نے جو ذہانت وفطانت کتاب کے تصنیف کرنے میں استعمال کی ہے، بہتر ہے کہ وہ طلب معاش میں کہیں باہر نہ نکلے، پھر آپ نے حضرت قاسمؒ کے لئے ماہانہ ۱۰/ ہزار دراہم مقرر فرما دیئے''۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۳۵۷، من أخبار السلف الصالح ص:۱۱۱)

○ حضرت حسین بن حفص رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ''اُن کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ (دراہم یا دینار) تھی؛ لیکن اُن پر کبھی زکوٰۃ واجب نہ ہوئی، جس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کی داد ودہش اور نوازشات کا سلسلہ حضرات محدثین اور اہل علم کے لئے مسلسل جاری رہتا تھا''۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۳۵۷، من أخبار السلف الصالح ص:۱۱۱)

○ ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ حضرت امام شافعیؒ سواری پر گذر رہے تھے، تو آپ کا کوڑا گر گیا، تو ایک نوعمر لڑکے نے لپک کر کوڑا اُٹھایا اور اپنی آستین سے صاف کرکے حضرت کو دے دیا، تو حضرت نے اُس کو سات دینار عطا فرمائے''۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۳۷، من أخبار السلف الصالح ص:۱۱۱)

○ ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''جب میں نے نکاح کیا تو اُستاذ محترم حضرت اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ مہر کتنا مقرر کیا؟ میں نے کہا: ۳۰/ دینار، جن میں سے ۶/ دینار میں نقد اَدا کرچکا ہوں، تو حضرت نے مجھے اُسی وقت ۲۴/ دینار اپنے پاس سے عطا فرما دیئے''۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۳۷، من أخبار السلف الصالح ص:۱۱۱)

○ محمد بن عبد الحکم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ''حضرت اِمام شافعیؒ اعلیٰ درجہ کے سخی تھے، میرے گھر خود تشریف لاتے، اگر میری ملاقات ہوجاتی تو فبہا ورنہ میرے گھر والوں سے کہہ دیتے کہ محمد جب آجائیں تو اُن سے کہہ دینا کہ میرے گھر آجائیں، میں اُن کے آنے تک کھانا نہیں کھاؤں گا''۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۳۹، من أخبار السلف الصالح ص:۱۱۲)

○ شیبہ بن نعامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''حضرت علی بن حسینؒ پر بخیل ہونے کا الزام لگایا جاتا تھا؛ لیکن جب اُن کا انتقال ہوا تو پتہ چلا کہ وہ مدینے کے سو گھروں کی کفالت فرمایا کرتے تھے''۔

قسط:(۶)

مصیبتوں اور تکلیفوں پر اجر و ثواب

ترتیب و مراجعت: مولانا کلیم اللہ صاحب معتمد دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

شعب ابی طالب میں قید و بند کی تکلیفیں

صرف چار ہفتے یا اس سے بھی کم مدت میں مشرکین کو چار بڑے بڑے دھچکے لگ چکے تھے، یعنی حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، پھر محمد ﷺ نے ان کی پیش کش یا سودے بازی مسترد کی، پھر قبیلہ بنی ہاشم و بنی مطلب کے سارے ہی مسلم و کافر افراد نے ایک ہو کر نبی ﷺ کی حفاظت کا عہد و پیمان کیا۔ اس سے مشرکین چکرا گئے، ان کی سمجھ میں آ گیا کہ اگر انہوں نے نبی ﷺ کے قتل کا اقدام کیا تو آپ کی حفاظت میں مکہ کی وادی مشرکین کے خون سے لالہ زار ہو جائے گی؛ بلکہ ممکن ہے ان کا مکمل صفایا ہی ہو جائے، اس لیے انہوں نے قتل کا منصوبہ چھوڑ کر ظلم کی ایک اور راہ تجویز کی، جو ان کی اب تک کی تمام ظالمانہ کارروائیوں سے زیادہ سنگین تھی۔

مکمل بائیکاٹ اور ظلم و ستم کا عہد و پیمان

اس تجویز کے مطابق مشرکین وادی مُحصَّب میں خیف بنی کنانہ کے اندر جمع ہوئے اور آپس میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف یہ عہد و پیمان کیا کہ نہ ان سے شادی بیاہ کریں گے، نہ خرید و فروخت کریں گے، نہ ان کے ساتھ اُٹھیں بیٹھیں گے، نہ ان سے میل جول رکھیں گے، نہ ان کے گھروں میں جائیں گے، نہ ان سے بات چیت کریں گے، جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے ان کے حوالے نہ کر دیں۔ مشرکین نے اس بائیکاٹ کی دستاویز کے طور پر ایک صحیفہ لکھا، جس میں اس بات کا عہد و پیمان کیا گیا تھا کہ وہ بنی ہاشم کی طرف سے کبھی بھی کسی صلح کی پیش کش قبول نہ کریں گے، نہ ان کے ساتھ کسی طرح کی مروت برتیں گے، جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے مشرکین کے حوالے نہ کر دیں۔

ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ یہ صحیفہ منصور بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم نے لکھا تھا اور بعض کے نزدیک نضر بن حارث نے لکھا تھا، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ لکھنے والا بغیض بن عامر بن ہاشم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر بددعا کی اور اس کا ہاتھ شل ہوگیا۔ (زاد المعاد ۲/۴۶، سیرت حلبیہ ۱/۴۰۹)

بہر حال یہ عہد و پیمان طے پا گیا اور صحیفہ خانہ کعبہ کے اندر لٹکا دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں ابولہب کے سوا بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سارے افراد خواہ مسلمان رہے ہوں یا کافر سمٹ سمٹا کر شعب ابی طالب میں محبوس ہوگئے۔ یہ نبی ﷺ کی بعثت کے ساتویں سال محرم کی چاندرات کا واقعہ ہے۔

تقریباً تین سال شعب ابی طالب میں

اس بائیکاٹ کے نتیجے میں حالات نہایت سنگین ہوگئے، غلے اور سامانِ خورد و نوش کی آمد بند ہوگئی؛ کیونکہ مکے میں جو غلہ یا فروختنی سامان آتا تھا، اسے مشرکین لپک کر خرید لیتے تھے: اس لیے محصورین کی حالت نہایت نازک ہوگئی۔ انہیں پتے اور چمڑے کھانے پڑے، فاقہ کشی کا حال یہ تھا کہ بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں اور عورتوں کی آوازیں گھاٹی کے باہر سنائی پڑتی تھیں۔ ان کے پاس بمشکل ہی کوئی چیز پہنچ پاتی تھی، وہ بھی پس پردہ۔ وہ لوگ حرمت والے مہینوں کے علاوہ باقی ایام میں اشیائے ضرورت کی خرید کے لیے گھاٹی سے باہر نکلتے بھی نہ تھے، وہ اگرچہ قافلوں سے سامان خرید سکتے تھے جو باہر سے مکہ آتے تھے؛ لیکن ان کے سامان کے دام بھی مکے والے اس قدر بڑھا کر خریدنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے کہ محصورین کے لیے کچھ خریدنا مشکل ہو جاتا تھا۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے، کبھی کبھی اپنی پھوپھی کے لیے گیہوں بھجوا دیتے تھے۔ ایک بار ابوجہل سے سابقہ پڑ گیا، وہ غلہ روکنے پر اڑ گیا؛ لیکن ابوالبختری نے مداخلت کی، اور انہیں اپنی پھوپھی کے پاس گیہوں بھجوانے دیا۔ (سیرت حلبیہ ۱/۴۰۹)

رسول اکرم ﷺ سے متعلق چچا ابوطالب کی احتیاط

ادھر چچا ابوطالب کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں برابر خطرہ لگا رہتا تھا، اس لیے جب لوگ اپنے اپنے بستروں پر سو جاتے تو وہ رسول اللہ ﷺ سے کہتے کہ تم اپنے بستر پر سو جاؤ۔ مقصد یہ ہوتا کہ اگر کوئی

شخص آپ کو قتل کرنے کی نیت رکھتا ہو تو دیکھ لے کہ آپ کہاں سو رہے ہیں، پھر جب لوگ سو جاتے تو ابو طالب آپ ﷺ کی جگہ بدل دیتے، یعنی اپنے بیٹوں بھائیوں یا بھتیجوں میں سے کسی کو رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سلا دیتے اور رسول اللہ ﷺ سے کہتے کہ تم اس کے بستر پر چلے جاؤ۔ (سیرت حلبیہ ۱/۴۱۰)

اس محصوری کے باوجود رسول اللہ ﷺ اور دوسرے مسلمان حج کے ایام میں باہر نکلتے تھے اور حج کے لیے آنے والوں سے مل کر انہیں اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ اس موقع پر ابولہب کی جو حرکت ہوا کرتی تھی اس کا ذکر پچھلے صفحات میں آچکا ہے۔

صحیفہ چاک کیا جاتا ہے

ان حالات پر تقریباً تین سال گزر گئے، اس کے بعد محرم دس (۱۰) نبوی میں صحیفہ چاک کیے جانے اور اس ظالمانہ عہد و پیمان کو ختم کیے جانے کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شروع ہی سے قریش کے کچھ لوگ اگر اس عہد و پیمان سے راضی تھے تو کچھ ناراض بھی تھے اور ان ہی ناراض لوگوں نے اس صحیفے کو چاک کرنے کی تگ و دو کی۔

اس کا اصل محرک قبیلہ بنو عامر بن لوئی کا ہشام بن عمرو نامی ایک شخص تھا، یہ رات کی تاریکی میں چپکے چپکے شعب ابی طالب کے اندر غلہ بھیج کر بنو ہاشم کی مدد بھی کیا کرتا تھا، یہ زہیر بن ابی امیہ مخزومی کے پاس پہنچا (زہیر کی ماں عاتکہ، عبدالمطلب کی صاحبزادی یعنی ابوطالب کی بہن تھیں) اور اس سے کہا: ''زہیر! کیا تمہیں یہ گوارا ہے کہ تم تو مزے سے کھاؤ پیو، اور تمہارے ماموں کا وہ حال ہے جسے تم جانتے ہو'' زہیر نے کہا: افسوس! میں تن تنہا کیا کرسکتا ہوں؟ ہاں اگر میرے ساتھ کوئی اور آدمی ہوتا تو میں اس صحیفے کو پھاڑنے کے لیے یقیناً اُٹھ پڑتا۔ اُس نے کہا اچھا تو ایک آدمی اور موجود ہے، پوچھا کون ہے؟ کہا میں ہوں، زہیر نے کہا اچھا تو اب تیسرا آدمی تلاش کرو۔

اس پر ہشام، مطعم بن عدی کے پاس گیا اور بنو ہاشم اور بنو مطلب سے جو کہ عبد مناف کی اولاد تھے، مطعم کے قریبی نسبی تعلق کا ذکر کر کے اسے ملامت کی کہ اس نے اس ظلم پر قریش کی ہم نوائی کیونکر کی؟ یاد رہے کہ مطعم بھی عبد مناف ہی کی نسل سے تھا، مطعم نے کہا: ''افسوس میں تن تنہا کیا کرسکتا ہوں''۔ ہشام نے کہا ایک آدمی اور موجود ہے، مطعم نے پوچھا کون ہے؟ ہشام نے کہا میں، مطعم نے کہا اچھا ایک تیسرا

آدمی تلاش کرو۔ ہشام نے کہا: یہ بھی کر چکا ہوں، پوچھا وہ کون ہے؟ کہا زہیر بن ابی امیہ، مطعم نے کہا اچھا تو اب چوتھا آدمی تلاش کرو، اس پر ہشام بن عمرو، ابوالبختری بن ہشام کے پاس گیا اور اس سے بھی اسی طرح کی گفتگو کی جیسی مطعم سے کی تھی۔ اس نے کہا بھلا کوئی اس کی تائید بھی کرنے والا ہے؟ ہشام نے کہا ہاں، پوچھا کون؟ کہا: زہیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی اور میں، اس نے کہا: اچھا تو اب پانچواں آدمی ڈھونڈو، اس کے لیے ہشام، زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد کے پاس گیا۔ اور اس سے گفتگو کرتے ہوئے بنو ہاشم کی قرابت اور ان کے حقوق یاد دلائے۔ اس نے کہا: بھلا جس کام کے لیے مجھے بلا رہے ہو اس سے کوئی اور بھی متفق ہے؟ ہشام نے اثبات میں جواب دیا اور سب کے نام بتلائے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے حجون کے پاس جمع ہو کر آپس میں یہ عہد و پیمان کیا کہ صحیفہ چاک کرنا ہے۔ زہیر نے کہا: میں ابتداء کروں گا، یعنی سب سے پہلے میں ہی زبان کھولوں گا۔

صبح ہوئی تو سب لوگ حسب معمول اپنی اپنی محفلوں میں پہنچے۔ زہیر بھی ایک جوڑا زیب تن کئے ہوئے پہنچا، پہلے بیت اللہ کے سات چکر لگائے، پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر بولا: مکے والو! کیا ہم کھانا کھائیں، کپڑے پہنیں اور بنو ہاشم تباہ و برباد ہوں، نہ ان کے ہاتھ کچھ بیچا جائے، نہ ان سے کچھ خریدا جائے۔ خدا کی قسم، میں بیٹھ نہیں سکتا، یہاں تک کہ اس ظالمانہ اور قرابت شکن صحیفے کو چاک کر دیا جائے۔

ابو جہل جو مسجد حرام کے ایک گوشے میں موجود تھا، بولا: تم غلط کہتے ہو، خدا کی قسم اسے پھاڑا نہیں جاسکتا۔

اس پر زمعہ بن اسود نے کہا: بخدا تم زیادہ غلط کہتے ہو؟ جب یہ صحیفہ لکھا گیا تھا تب بھی ہم اس سے راضی نہ تھے۔

اس پر ابوالبختری نے گرہ لگائی: زمعہ ٹھیک کہہ رہا ہے، اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے نہ ہم راضی ہیں نہ اسے ماننے کو تیار ہیں۔ اس کے بعد مطعم بن عدی نے کہا تم دونوں ٹھیک کہتے ہو اور جو اس کے خلاف کہتا ہے، غلط کہتا ہے، ہم اس صحیفہ سے اور اس میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس سے اللہ کے حضور برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ پھر ہشام بن عمرو نے بھی اسی طرح کی بات کہی۔

یہ ماجرا دیکھ کر ابو جہل نے کہا: ”ہو نہ ہو! یہ بات رات میں طے کی گئی ہے۔ اور اس کا مشورہ یہاں کے بجائے کہیں اور کیا گیا ہے“۔

اس دوران ابو طالب بھی حرم پاک کے ایک گوشے میں موجود تھے، ان کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس صحیفے کے بارے میں یہ خبر دی تھی کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے کیڑے بھیج دیئے ہیں، جنھوں نے ظلم وستم اور قرابت شکنی کی ساری باتیں چٹ کردی ہیں اور صرف اللہ عز وجل کا ذکر باقی چھوڑا ہے، پھر نبی ﷺ نے اپنے چچا کو یہ بات بتائی تو وہ قریش سے یہ کہنے آئے تھے کہ ان کے بھتیجے نے انھیں یہ خبر دی ہے، اگر وہ جھوٹے ثابت ہوئے تو ہم تمہارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جائیں گے اور تمہارا جو جی چاہے کرنا؛ لیکن اگر وہ سچے ثابت ہوئے تو تمھیں ہمارے بائیکاٹ اور ظلم سے باز آنا ہوگا۔ جب قریش کو یہ بتایا گیا تو انہوں نے کہا: ''آپ انصاف کی بات کہہ رہے ہیں''۔

ادھر ابوجہل اور باقی لوگوں کی نوک جھونک ختم ہوئی تو مطعم بن عدی صحیفہ چاک کرنے کے لیے اٹھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ واقعی کیڑوں نے اس کا صفایا کردیا ہے، صرف ''باسمک اللّٰھم'' باقی رہ گیا ہے اور جہاں جہاں اللہ کا نام تھا وہ بچا ہے، کیڑوں نے اُسے نہیں کھایا تھا۔ (سیرت حلبیہ ۱/۴۱۴-۴۱۵)

اس کے بعد مطعم بن عدی نے اس صحیفہ کو چاک کردیا، رسول اللہ ﷺ اور بقیہ تمام حضرات شعب ابی طالب سے نکل آئے اور مشرکین نے آپ کی نبوت کی ایک عظیم الشان نشانی دیکھی؛ لیکن ان کا رویہ وہی رہا جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ. (سورۃ القمر: ۲) اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو رخ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو چلتا پھرتا جادو ہے۔

چنانچہ مشرکین نے اس نشانی سے بھی رخ پھیر لیا اور اپنے کفر کی راہ میں چند قدم اور آگے بڑھ گئے۔

(بخاری ۱/ ۲۱۶، ۱/ ۵۴۸، زاد المعاد ۲/ ۴۶، ابن ہشام ۱/ ۳۵۰-۳۵۱ و ۳۷۴-۳۷۷، رحمۃ للعالمین ۱/ ۶۹-۷۰، الرحیق المختوم ۱۷۵-۱۶۱)

ابو طالب کی خدمت میں قریش کا آخری وفد

رسول اللہ ﷺ نے شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد پھر حسب معمول دعوت وتبلیغ کا کام شروع کردیا اور اب مشرکین نے اگرچہ بائیکاٹ ختم کردیا تھا؛ لیکن وہ بھی حسب معمول مسلمانوں پر دباؤ ڈالنے اور اللہ کی راہ سے روکنے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے اور جہاں تک ابو طالب کا تعلق ہے تو وہ بھی اپنی دیرینہ روایت کے مطابق پوری جان سپاری کے ساتھ اپنے بھتیجے کی حمایت وحفاظت میں لگے ہوئے تھے؛

لیکن اب ان کی عمر اسی (۸۰) سال سے متجاوز ہو چلی تھی، کئی سال سے پے در پے سنگین آلام وحوادث نے اور خصوصاً محصوری نے انہیں توڑ کر رکھ دیا تھا، اُن کے قویٰ مضمحل ہو گئے تھے اور کمر ٹوٹ چکی تھی، چنانچہ گھاٹی سے نکلنے کے بعد چند ہی مہینے گزارے تھے کہ انہیں سخت بیماری نے آن پکڑا۔ اس موقع پر مشرکین نے سوچا کہ اگر ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد ہم نے ان کے بھتیجے پر کوئی زیادتی کی تو بڑی بدنامی ہوگی، اس لیے ابو طالب کے سامنے ہی نبی ﷺ سے کوئی معاملہ طے کر لینا چاہیے۔ اس سلسلے میں وہ بعض ایسی رعایتیں بھی دینے کے لیے تیار ہو گئے جس پر اب تک راضی نہ تھے۔ چنانچہ ان کا ایک وفد ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یہ ان کا آخری وفد تھا۔

ابن اسحاق وغیرہ کا بیان ہے کہ جب ابو طالب بیمار پڑ گئے اور قریش کو معلوم ہوا کہ ان کی حالت غیر ہوتی جا رہی ہے، تو انہوں نے آپس میں کہا کہ دیکھو حمزہ اور عمر (رضی اللہ عنہما) مسلمان ہو چکے ہیں اور محمد ﷺ کا دین قریش کے ہر قبیلے میں پھیل چکا ہے، اس لیے چلو ابو طالب کے پاس چلیں کہ وہ اپنے بھتیجے کو کسی بات کا پابند کریں اور ہم سے بھی ان کے متعلق عہد لے لیں؛ کیونکہ واللہ ہمیں اندیشہ ہے لوگ ان کی وفات کے بعد ہمارے قابو میں نہ رہیں گے۔ ایک روایت یہ ہے کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر ابو طالب مر گئے اور محمد ﷺ کے ساتھ کوئی گڑبڑ ہو گئی تو عرب ہمیں طعنہ دیں گے۔ کہیں گے کہ جب تک ابو طالب زندہ تھے، تو انہوں نے محمد (ﷺ) کو چھوڑے رکھا۔ (اور اس کے خلاف کچھ کرنے کی ہمت نہ کی)؛ لیکن جب ان کے چچا انتقال ہو گیا تو اس پر چڑھ دوڑے۔

بہر حال قریش کا یہ وفد ابو طالب کے پاس پہنچا اور ان سے گفت وشنید کی۔ وفد کے ارکان قریش کے معزز ترین افراد تھے، یعنی عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام، اُمیۃ بن خلف، ابوسفیان بن حرب اور دیگر اشراف قریش، جن کی کل تعداد تقریباً پچیس تھی۔

انہوں نے کہا:

’’اے ابو طالب! ہمارے درمیان آپ کا جو مرتبہ ومقام ہے اسے آپ بخوبی جانتے ہیں اور اب آپ جس حالت سے گزر رہے ہیں وہ بھی آپ کے سامنے ہے، ہمیں اندیشہ ہے کہ یہ آپ کے آخری ایام ہیں۔ ادھر ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان جو معاملہ چل رہا ہے، اس سے بھی آپ واقف ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ آپ انہیں بلائیں اور ان کے بارے میں ہم سے کچھ عہد و پیمان لیں اور ہمارے بارے میں

بھی ان سے عہد و پیمان لیں، یعنی وہ ہم سے دستکش رہیں اور ہم ان سے دستکش رہیں، وہ ہم کو ہمارے دین پر چھوڑ دیں اور ہم ان کو ان کے دین پر چھوڑ دیں۔ اس پر ابو طالب نے آپ کو بلوایا اور آپ تشریف لائے تو کہا: ''بھتیجے! یہ تمہاری قوم کے معزز لوگ ہیں، تمہارے ہی لیے جمع ہوئے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں کچھ عہد و پیمان دے دیں اور تم بھی انہیں کچھ عہد و پیمان دے دو''۔ اس کے بعد ابو طالب نے ان کی یہ پیش کش ذکر کی کہ کوئی بھی فریق دوسرے سے تعرض نہ کرے''۔

جواب میں رسول ﷺ نے وفد کو مخاطب کر کے فرمایا: آپ لوگ یہ بتائیں کہ اگر میں ایک ایسی بات پیش کروں جس کے اگر آپ قائل ہو جائیں تو عرب کے بادشاہ بن جائیں اور عجم آپ کے زیر نگیں آ جائے، تو آپ کی رائے کیا ہوگی ہے؟ بعض روایتوں میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ نے ابو طالب کو مخاطب کر کے فرمایا: میں ان سے ایک ایسی بات چاہتا ہوں جس کے یہ قائل ہو جائیں تو عرب ان کے تابع فرمان بن جائیں اور عجم انہیں جزیہ ادا کریں۔ ایک اور روایت میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: چچا جان! آپ کیوں نہ انہیں ایک ایسی بات کی طرف بلائیں جو ان کے حق میں بہتر ہے؟ انہوں نے کہا تم انہیں کس بات کی طرف بلانا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا: میں ایک ایسی بات کی طرف بلانا چاہتا ہوں جس کے یہ قائل ہو جائیں تو عرب ان کا تابع فرمان بن جائے اور عجم پر ان کی بادشاہت قائم ہو جائے۔ ابن اسحاق کی ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: آپ لوگ صرف ایک بات مان لیں جس کی بدولت آپ عرب کے بادشاہ بن جائیں گے اور عجم آپ کے زیر نگیں آ جائے گا''۔

بہر حال جب یہ بات آپ نے کہی تو وہ لوگ کسی قدر توقف میں پڑ گئے اور سٹپٹا سے گئے۔ وہ حیران تھے کہ صرف ایک بات جو اس قدر مفید ہے۔ اسے مسترد کیسے کر دیں؟ آخر کار ابو جہل نے کہا: اچھا بتاؤ تو وہ بات ہے کیا؟ تمہارے باپ کی قسم! ایسی ایک بات کیا دس باتیں بھی پیش کرو تو ہم ماننے کو تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ لوگ ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہیں اور اللہ کے سوا جو کچھ پوجتے ہیں اسے چھوڑ دیں۔ اس پر انہوں نے ہاتھ پیٹ پیٹ کر اور تالیاں بجا بجا کر کہا: محمد! (ﷺ) تم یہ چاہتے ہو کہ سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا بنا ڈالو؟ واقعی تمہارا معاملہ بڑا عجیب ہے''۔

پھر آپس میں ایک دوسرے سے بولے: خدا کی قسم یہ شخص تمہاری کوئی بات ماننے کو تیار نہیں؛ لہٰذا

چلو اور اپنے آباء واجداد کے دین پر ڈٹ جاؤ، یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور اس شخص کے درمیان فیصلہ فرما دے۔اس کے بعد انہوں نے اپنی اپنی راہ لی۔اس واقعے کے بعد ان ہی لوگوں کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

صٓ وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ، بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ، کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ، وَعَجِبُوْا اَنْ جَآئَھُمْ مُنْذِرٌ مِنْھُمْ وَقَالَ الْکَافِرُوْنَ ھٰذَا سَاحِرٌ کَذَّابٌ، اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ، وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْھُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰی اٰلِھَتِکُمْ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ، مَا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِی الْمِلَّۃِ الْاٰخِرَۃِ اِنْ ھٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ.

(سورۃ ص:۱-۷،سیرت ابن ہشام۱/ ۴۱۷-۴۱۹)

ص،قسم ہے نصیحت بھرے قرآن کی؛ بلکہ جنہوں نے کفر کیا ہیکڑی اور ضد میں ہیں،ہم نے کتنی ہی قومیں ان سے پہلے ہلاک کر دیں اور وہ چیخے چلائے (لیکن اس وقت) جبکہ بچنے کا وقت نہ تھا، انہیں تعجب ہے کہ ان کے پاس خود انہیں میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا، کافر کہتے ہیں کہ یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے، کیا اس نے سارے معبودوں کی جگہ بس ایک ہی معبود بنا ڈالا! یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔اور ان کے بڑے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو۔یہ ایک سوچی سمجھی اسکیم ہے، ہم نے کسی اور ملت میں یہ بات نہیں سنی، یہ محض گھڑنت ہے۔

چچا ابو طالب کی وفات کا غم اور تکلیف

ابو طالب کا مرض بڑھتا گیا اور بالآخر وہ انتقال کر گئے،ان کی وفات شعب ابی طالب کی محصوری کے خاتمے کے چھ ماہ بعد رجب ۱۰ نبوی میں ہوئی۔ایک قول یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے صرف تین دن پہلے ماہ رمضان میں وفات پائی۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت مسیّب سے مروی ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، وہاں ابو جہل بھی موجود تھا۔آپ نے فرمایا: چچا جان آپ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دیجئے بس ایک کلمہ جس کے ذریعے میں اللہ کے پاس آپ کے لیے حجت پیش کر سکوں گا، ابو جہل

اور عبداللہ بن امیہ نے کہا ابو طالب! کیا عبدالمطلب کی ملت سے رخ پھیر لوگے؟ پھر یہ دونوں برابر ان سے بات کرتے رہے، یہاں تک کہ آخری بات جو ابو طالب نے لوگوں سے کہی یہ تھی کہ ”عبدالمطلب کی ملت پر“ نبی ﷺ نے فرمایا: میں جب تک آپ سے روک نہ دیا جاؤں آپ کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ. (التوبة: ۱۱۳)

اور اہل ایمان کے لیے درست نہیں کہ مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کریں، اگر چہ وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں، جبکہ ان پر واضح ہو چکا ہے کہ وہ لوگ جہنمی ہیں۔

اور یہ آیت بھی نازل ہوئی:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ.

آپ جسے پسند کریں ہدایت نہیں دے سکتے۔

یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ابو طالب نے نبی ﷺ کی کس قدر حمایت وحفاظت کی تھی، وہ درحقیقت مکے کے بڑوں اور احمقوں کے حملوں سے اسلامی دعوت کے بچاؤ کے لیے ایک قلعہ تھے، لیکن وہ بذات خود اپنے بزرگ آباء واجداد کی ملت پر قائم رہے؛ اس لیے مکمل کامیابی نہ پاسکے، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا: آپ ﷺ اپنے چچا کے کیا کام آسکے؟ کیونکہ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لیے دوسروں پر بگڑتے اور ان سے لڑائی مول لیتے تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ جہنم کی ایک نچلی جگہ میں ہیں۔ اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے گہرے کھڈے میں ہوتے۔ (بخاری شریف، باب قصۃ ابو طالب ۱/ ۵۴۸)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار نبی ﷺ کے پاس آپ کے چچا کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ممکن ہے قیامت کے دن انہیں میری شفاعت فائدہ پہنچا دے اور انہیں جہنم کی ایک کم گہری جگہ میں رکھ دیا جائے کہ آگ صرف ان کے دونوں ٹخنوں تک پہنچ سکے ہے۔ (بخاری شریف ۱/ ۵۴۸)

حضرت خدیجہؓ کی وفات کا غم اور تکلیف

مشفق چچا ابو طالب کی وفات کے دو ماہ بعد یا صرف تین دن بعد علی اختلاف الاقوال حضرت

ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی رحلت فرما گئیں، ان کی وفات نبوت کے دسویں سال ماہ رمضان میں ہوئی۔ اس وقت وہ ۶۵ / برس کی تھیں اور سید الکونین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنی عمر کی پچاسویں منزل میں تھے۔ (رحمۃ للعالمین ۲/۱۶۴)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کی بڑی گراں قدر نعمت تھیں، وہ ایک چوتھائی صدی آپ ﷺ کی رفاقت میں رہیں، اور اس دوران رنج وقلق کا وقت آتا تو آپ ﷺ کے لیے تڑپ اٹھتیں، سنگین اور مشکل ترین حالات میں آپ ﷺ کو قوت پہنچاتیں، تبلیغ رسالت میں آپ ﷺ کی مدد کرتیں اور اس تلخ ترین جہاد کی سختیوں میں آپ ﷺ کی شریک کار رہتیں۔ اور اپنی جان و مال سے آپ ﷺ کی خیر خواہی وغمگساری کرتیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”جس وقت لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں، جس وقت لوگوں نے مجھے جھٹلایا انہوں نے میری تصدیق کی، جس وقت لوگوں نے مجھے محروم کیا انہوں نے مجھے اپنے مال میں شریک کیا اور اللہ نے مجھے ان سے اولاد دی اور دوسری بیویوں سے کوئی اولاد نہ دی“۔ (مسند احمد ۶/ ۱۱۸)

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول! یہ خدیجہ تشریف لا رہی ہیں، ان کے پاس ایک برتن ہے، جس میں سالن یا کھانا یا کوئی مشروب ہے، جب وہ آپ کے پاس آ پہنچیں تو آپ ﷺ انہیں ان کے رب کی طرف سے سلام کہیں اور جنت میں موتی کے ایک محل کی بشارت دیں، جس میں نہ شور وشغب ہوگا نہ درماندگی وتکان۔ (بخاری شریف ۱/ ۵۲۹)

غم ہی غم

یہ دونوں الم انگیز حادثے صرف چند دنوں کے دوران پیش آئے، جس سے حضرت نبی اکرم ﷺ کے دل میں غم والم کے احساسات موجزن ہو گئے اور اس کے بعد قوم کی طرف سے بھی مصائب کا طومار بندھ گیا؛ کیونکہ ابو طالب کی وفات کے بعد ان کی جسارت بڑھ گئی اور وہ کھل کر آپ ﷺ کو اذیت اور تکلیف پہنچانے لگے۔ اس کیفیت نے آپ ﷺ کے غم والم میں اور اضافہ کر دیا، آپ ﷺ نے ان سے مایوس ہو کر طائف کی راہ لی کہ ممکن ہے وہاں لوگ آپ کی دعوت قبول کر لیں، آپ کو پناہ دے دیں، اور آپ کی قوم کے

خلاف آپ کی مدد کریں؛ لیکن وہاں نہ کوئی پناہ دہندہ ملا، نہ مددگار؛ بلکہ الٹے انھوں نے سخت اذیت پہنچائی اور ایسی بدسلوکی کی کہ خود آپ کی قوم نے ویسی بدسلوکی نہ کی تھی۔ (تفصیل گزشتہ قسط میں آچکی ہے)

یہاں اس بات کا اعادہ بے محل نہ ہوگا کہ اہل مکہ نے جس طرح نبی ﷺ کے خلاف ظلم وجور کا بازار گرم کر رکھا تھا، اسی طرح وہ آپ کے رفقاء کے خلاف بھی ستم رانی کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے، چنانچہ آپ ﷺ کے ہمدم وہمراز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور حبشہ کے ارادے سے تن بہ تقدیر نکل پڑے؛ لیکن ''برک غماد'' پہنچے تو ابن دغنہ سے ملاقات ہوگئی اور وہ اپنی پناہ میں آپ کو مکہ واپس لے آیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب ابوطالب انتقال کر گئے تو قریش نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی اذیت پہنچائی کہ ابوطالب کی زندگی میں کبھی اس کی آرزو بھی نہ کرسکے تھے، حتی کہ قریش کے ایک احمق نے سامنے آکر آپ ﷺ کے سر پر مٹی ڈال دی، آپ ﷺ اسی حالت میں گھر تشریف لائے، مٹی آپ ﷺ کے سر پر پڑی ہوئی تھی، آپ ﷺ کی ایک صاحبزادی نے اٹھ کر مٹی دھوئی۔ وہ دھوتے ہوئے روتی جارہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ انہیں تسلی دیتے ہوئے فرماتے جارہے تھے: ''بیٹی! روؤ نہیں اللہ تمہارے ابا کی حفاظت کرے گا'' اس دوران آپ ﷺ یہ بھی فرماتے جارہے تھے کہ قریش نے میرے ساتھ کوئی ایسی بدسلوکی نہ کی جو مجھے ناگوار گزری ہو یہاں تک کہ ابوطالب کا انتقال ہوگیا۔ (الرحیق المختوم ا/ ۴۳۵، ابن ہشام ا/ ۴۱۶)

اسی طرح کے پے در پے آلام ومصائب کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے اس سال کا نام ''عام الحزن'' یعنی غم کا سال رکھ دیا اور یہ سال اسی نام سے تاریخ میں مشہور ہوگیا۔ (الرحیق المختوم ۱۶۲-۱۶۸)

آگے پیچھے ایک چھوڑ دو غم خوار اور شفیق عزیزوں کا اٹھ جانا کوئی معمولی حادثہ نہ تھا، مگر محمد رسول اللہ ﷺ نے ان غموں اور تکلیفوں کو صبر وضبط کے ساتھ برداشت کیا اور اپنی امت کو بھی صبر وضبط کی تعلیم دی۔ آج بھی امت مسلمہ پر جو حالات آرہے ہیں اور تکلیفوں مصیبتوں کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں، ایسے حالات میں بھی صبر وضبط کے ساتھ اپنے رب ذوالجلال اور پالنہار سے رشتہ اور تعلق کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، گناہوں اور برے اعمال سے توبہ کرلی جائے، شریعت وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کا اللہ سے عہد کیا جائے، بالخصوص نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے، ان شاء اللہ امت کی مشکلیں اور تکلیفیں ضرور ختم ہوجائیں گی۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ.

اِصلاحِ معاشرہ: قسط: دوم

توبہ واستغفار میں دیر نہ کیجئے!

بقلم:- مفتی ابوزکریا قاسمی اُستاذ عربی اَدب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

توبہ میں تو دیر ہو سکتی ہے معافی ملنے میں نہیں

واقعہ تو یہ ہے کہ بندہ سے توبہ کے لیے ہاتھ پھیلانے میں تو دیر ہو سکتی ہے؛ لیکن خداوند قدوس کے معاف کرنے میں دیر نہیں لگ سکتی ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ’’مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا‘‘ جو میری طرف ایک بالشت آتا ہے، ’’تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا‘‘ میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں۔ ’’وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا‘‘ اور جو میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو ’’تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعًا‘‘ میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں۔ ’’وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ أَتَیْتُهُ هَرْوَلَةً‘‘ اور جو میری طرف چل کر آتا ہے، میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ اور اگر بندہ میرے پاس گناہوں کا پلندا اور گناہوں کا انبار لے کر آئے گا تو میں اس سے مغفرت کے ذخیرے کے ساتھ ملوں گا۔ (ریاض الصالحین/۱۹۲)

ماں سے زیادہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان

ایک مرتبہ کچھ قیدی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لائے گئے، اتنے میں ایک عورت نظر آئی جو بڑی بے چینی اور بے صبری سے کچھ تلاش کر رہی تھی، اتنے میں اس نے قیدیوں میں سے ایک بچے کو اٹھایا، سینے سے چمٹایا، دل سے لگایا، چھاتی سے چمٹایا۔ حضور اکرم ﷺ نے موقع پر موجود حضرات صحابہ سے فرمایا: کہ کیا تم تصور کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں جھونک سکتی ہے؟ حضراتِ صحابہ نے فرمایا: ہرگز نہیں، ماں کی ممتا اس چیز کی اجازت نہیں دیتی، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جس قدر یہ عورت اپنے بچے پر مشفق مہربان اور دیالو ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ اپنے مومن بندے پر مشفق و مہربان ہے، تو بھلا وہ کیسے جہنم میں اپنے بندوں کو ڈال سکتا ہے؟ (ریاض الصالحین/۲۹)

اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے

اللہ کی رحمت تو بندہ کو معاف کرنے کا موقع تلاش کرتی ہے؛ لیکن بندہ معافی کا موقع فراہم کرنے کو بھی تیار نہیں۔ مشہور مقولہ ہے: ''رحمت حق بہانہ می جوید بہا نمی جوید'' رحمت حق بہانہ ڈھونڈتی ہے، اس کو مال وزر کی تلاش نہیں ہوتی۔ روایتوں میں آتا ہے کہ ایک گنہگار شخص نے بوقتِ وفات اپنے بچوں اور عزیز داروں کو یہ وصیت کی: ''اَنَا اِذَا مُتُّ فَاحْرِقُوْنِیْ ثُمَّ اسْحَقُوْنِیْ ثُمَّ اذْرُوْنِیْ فِی الرِّیْحِ'' جب میں مرجاؤں تو مجھے کو جلا کر راکھ کردینا، مزید براں اس کو پیس کر پاؤڈر بنالینا، پھر اس کے دو حصے کرلینا، ایک حصہ خشکی اور ایک حصہ تری میں اڑا دینا؛ کیوں کہ ''فَوَاللّٰہِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَیَّ رَبِّیْ لَیُعَذِّبُنِیْ عَذَابًا مَا عَذَّبَہٗ اَحَدًا'' بخدا! اگر میں اللہ کی گرفت میں آگیا تو مجھ کو وہ سب سے سخت عذاب دے گا۔ بچوں نے باپ کی وصیت ونصیحت پر عمل کیا؛ لیکن اللہ کی ذات تو قادرِ مطلق ہے، اس نے اس کو پہلے کی طرح گوشت پوست کا آن کی آن میں بنا کر اپنے حضور حاضر کرلیا، پھر اس سے پوچھا: ''لِمَ فَعَلْتَ ھٰذَا؟'' اے بندے! تو بتا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ بندے نے جواب دیا: ''مِنْ خَشْیَتِکَ'' محض تجھ سے اور تیرے عذاب کے ڈر سے، اللہ تعالی فرمائیں گے: ''قَدْ غَفَرْتُ'' جا میں نے تجھ کو معاف فرمادیا۔ (مسلم شریف ۲/ ۳۵۷)

فائدہ از مترجم: غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس بندے کی یہ حرکت نہ یہ کہ صرف احمقانہ بلکہ کافرانہ ہے؛ کیوں کہ گویا اس کا عقیدہ ہے کہ اس طرح راکھ کی شکل میں بن جانے سے خداوند قدوس عذاب نہ دے سکے گا؛ حالاں کہ اللہ تو قادر مطلق ہیں؛ لیکن چوں کہ اس کو اپنے گناہوں کا احساس دامن گیر تھا اور شرمندگی تھی؛ اس لیے خداوند قدوس نے اس کو معاف کردیا۔

دو بندوں کی معافی کی عجیب وغریب کہانی

روایت میں آتا ہے: جہنم میں دو شخص کچھ زیادہ ہی چیخیں اور چلائیں گے فرمانِ خداوندی ہوگا کہ ان کو جہنم سے نکال کر باہر لاؤ، تعمیلِ حکم میں ان کو جہنم سے نکال کر باہر لایا جائے گا، خداوندِ قدوس ان سے بے حد چیخنے کی وجہ پوچھے گا تو عرض کریں گے: ''فَعَلْنَا ذٰلِکَ لِتَرْحَمَنَا'' اے مولی! ہم نے ایسا اس

لیے کیا تاکہ تو ہم پر رحم کردے۔ اللہ تعالیٰ امتحاناً ارشاد فرمائیں گے: ”رَحمَتِی لَکُمَا اَنْ تَنطَلِقَا فَتُلْقِیَا اَنْفُسَکُمَا حَیْثُ کُنْتُمَا فِی النَّارِ“ ہماری تمہارے ساتھ یہی عنایت ہے کہ تم وہیں چل کر پہنچ جاؤ جہاں سے آئے ہو، ایک تو فوراً جہنم میں چلا جائے گا؛ لیکن جہنم اس کے لئے اس بار بے گزند ہو جائے گی، جب کہ دوسرا اپنی جگہ باقی و برقرار رہے گا، خداوند قدوس اس سے پوچھیں گے تو کیوں نہیں گیا؟ وہ کہے گا کہ مجھے اپنے پاک پروردگار سے یہ توقع وامید ہے کہ جس کو وہ ایک بار جہنم سے نکال لے گا اس کو دوبارہ جہنم میں داخل نہ کرے گا، تو اللہ دونوں پر رحم فرما کر جنت میں داخل فرما دیں گے، ایک کو اطاعت شعاری کی بنیاد پر، جب کہ دوسرے کو حسنِ ظن کی وجہ سے۔ (ترمذی شریف ۲/ ۸۷)

ایک فرشتہ امیر دوسرا مامور

مشائخ فرماتے ہیں کہ اللہ نے جن فرشتوں کو نامہ اعمال لکھنے کے لیے مامور فرمایا ہے، ان کو ”کراماً کاتبین“ کہتے ہیں، یہ دو فرشتے ہیں، ایک انسان کی دائیں طرف اور یہ فرشتہ انسان کی نیکیاں لکھتا ہے، دوسرا بائیں طرف اور یہ انسان کی برائیاں لکھنے پر مامور ومکلّف ہے، انسان جب نیکی کرتا ہے تو دائیں طرف والا فرشتہ فوراً لکھ لیتا ہے؛ لیکن انسان جب گناہ کرتا ہے اور بائیں طرف والا فرشتہ اس کو لکھنا چاہتا ہے تو دائیں طرف والا فرشتہ اس کو منع کرتا ہے کہ رک جاؤ، ہوسکتا ہے کہ بندہ توبہ کرلے، تیسری بار کی درخواست پر دائیں طرف والا فرشتہ بائیں طرف والے فرشتے کو بدی لکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ (اصلاحی خطبات ۶/ ۲۷)

اللہ کی عنایت نے بندے کو جری بنادیا

حدیث شریف میں آتا ہے ایک شخص کی اللہ کے حضور پیشی ہوگی، حکم ہوگا کہ اولاً اس کے گناہ صغیرہ کا دفتر کھولا جائے اور ابھی گناہ کبیرہ کا دفتر ایک طرف کو رکھ دیا جائے، اللہ جل شانہ گناہ صغیرہ پیش کرکے بندے سے پوچھیں گے کہ کیا تو نے یہ گناہ نہیں کیا تھا؟ بندہ اقرار واعتراف کرے گا، اندر سے وہ خائف وترساں ہوگا کہ ابھی تو گناہ صغیرہ کا دفتر کھلا ہے، ابھی تو گناہ کبیرہ کا دفتر کھلنا باقی ہے، اللہ تعالیٰ بندے سے گناہوں کا اقرار واعتراف کرالینے کے بعد فرمائیں گے کہ اس کے ان سیئات کو حسنات سے

تبدیل کیا جاتا ہے اور اتنے ہی اس کے جنت میں درجات بلند کئے جاتے ہیں، اب اللہ کی اس عنایت سے وہ بندہ -- جس کی حالت ابھی تک اتنی پتلی تھی کہ خائف تھا کہ ابھی گناہ کبیرہ کا دفتر کھولا جائے گا -خود کہے گا: ''یَا رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ اَشْیَاءَ لَا اَرَاهَا هٰهُنَا'' میں نے کچھ اور غلط کام کئے تھے لیکن اے اللہ! وہ مجھ کو نظر نہیں آ رہے ہیں، سوچئے کہاں حالت پتلی تھی، کہاں جسارت کا یہ حال ہو گیا کہ خود ہی بتلائے گا کہ ابھی تو فلاں قسم کے گناہ کا دفتر باقی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ یہ واقعہ سنانے کے بعد کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

کتنے بڑے ہیں حوصلے پروردگار کے

حدیث شریف میں ہے: آخری وہ شخص جس کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا، اس کی صورت حال یہ ہوگی کہ وہ مسلسل سیدھے اور صحیح سے چل نہ سکے گا، جہنم کی آگ اس کے چہرے کو جھلسا دے گی، جب وہ جہنم سے باہر نکلے گا تو انتہائی زیادہ راحت محسوس کرے گا، فرطِ مسرت سے کہے گا: ''لَقَدْ اَعْطَانِی اللّٰهُ شَیْئًا مَا اَعْطَانِی اَحَدًا مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ'' اللہ نے مجھے وہ نعمتیں دے دی جو اس نے کسی کو نہیں دی، پھر قدرتِ خداوندی سے ایک درخت اُگے گا، جس کے نیچے چشمہ جاری ہوگا، وہ اللہ سے دست بستہ عرض کرے گا: اے اللہ! آپ مجھے اس درخت کے قریب کر دیجئے، تاکہ میں اس درخت کا سایہ حاصل کر سکوں اور چشمہ سے سیراب ہو سکوں، اللہ فرمائیں گے کہ اگر میں تمہاری یہ درخواست قبول کر لوں تو تم دوسرا سوال کرو گے؟ وہ وعدہ کرے گا نہیں، پھر اللہ پہلے سے بہتر ایک اور درخت اگائیں گے، جس کے نیچے چشمہ جاری ہوگا، وہ اس کے قریب ہونے کا سوال کرے گا، خداوند قدوس اس کو وعدہ یاد دلائیں گے، پھر وہی بات کہے گا، اللہ اس کی بات کو سابقہ شرط کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں، پھر ایک تیسرا درخت پہلے دو سے بہتر اگا دیں گے، پھر اس کے قریب ہونے کا سوال کرے گا، اللہ اس کی یہ درخواست بھی سابقہ وعدہ یاد دلانے کے بعد منظور کر لیں گے، اب وہ جنت کے قریب پہنچ جائے گا یہاں تک کہ اہل جنت کی آواز سنے گا، وہ اللہ سے جنت میں محض داخلے کی درخواست کرے گا، اللہ تعالی فرمائیں گے: میں نے تمہیں دوگنی دنیا کے برابر جنت دے دی، وہ چونکہ خود کو جنت کا نا اہل اور غیر مستحق سمجھے گا؛ اس لیے وہ کہے گا: ''أَتَسْتَهْزِئُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ'' مولیٰ! آپ ربِ کائنات ہوتے ہوئے ہم سے مذاق کرتے

ہیں، اتنا کہہ کر روایت کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود ہنسنے لگے، انھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنسا؟ میں اس لیے ہنسا کہ کیوں کہ اس موقع سے حضور اکرم ﷺ ہنسے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ اس لیے ہنسے تھے کیوں کہ اس موقع سے اللہ ہنسے تھے۔ (مسند احمد ۱/۴۱۰، رقم: ۳۸۹۹)

فائدہ از مترجم: قابل توجہ پہلو جہاں یہ ہے کہ اللہ کی شان کریمی و شان رحیمی کی کوئی انتہا نہیں ہے، وہیں قابل ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم ﷺ کی اقتداء اور پیروی اس ہنسنے کے عمل میں بھی کی ہے، جو عمل آپ نے عادۃً کیا تھا، نہ کہ عبادۃً۔ حالانکہ مقصود اس عمل میں آپ ﷺ کی تابعداری ہے، جو آپ ﷺ نے ازراہِ عبادت کیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی بے مثال شانِ کریمی

کیا اللہ کی شان کریمی نہیں ہے (۱) کہ وہ ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کی شکل میں دیتا ہے؛ لیکن گناہ پر ایک گناہ لکھتا ہے (۲) اس کا اعلان ہے: سیئات کے بعد حسنات کرو، سیئات خود بخود مٹ جائیں گے (۳) اللہ کا وعدہ ہے کہ اگر تم کبائر سے اجتناب کروگے تو صغائر ہم معاف کردیں گے۔ ”اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيْمًا“ (۴) کوئی حج کرے اور خلاف شرع کام نہ کرے وہ گناہوں سے پاک صاف لوٹتا ہے۔ ”مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ“. (۵) وضو کرنے سے گناہ جھڑتے ہیں: ”إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتْ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنِهِ، وَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتْ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ“. (۶) نماز پڑھنے سے گناہ جھڑتے ہیں: ”مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ غَمْرٍ جَارٍ عَلٰى بَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ. نیز حدیث میں ہے: اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَالَمْ تَغْشَ الْكَبَائِرُ. نیز حدیث میں ہے: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ بِجَمَاعَةٍ فَكَأَنَّهُ قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ بِجَمَاعَةٍ فَكَأَنَّهُ قَامَ اللَّيْلَ كُلَّهُ“. (۷) روزہ رکھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں: ”مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (مشکوۃ/۱۷۳).

(۸) نماز پڑھنے جاؤ گے تو چلنے کا ثواب ملے گا:"دِيَارَكُمْ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ". (۹) درود شریف پر دس گناہ معاف اور دس درجات بلند ہوتے ہیں:"مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ"۔(۱۰) زکوۃ کا نام ہی زکوۃ اس لیے ہے کہ وہ گناہ سے پاکی کا کام کرتی ہے (۱۱) قربانی کا ثواب ہے:"بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ"۔ اس امت کی عمر کم ہوگی؛ لیکن عمل صالح کا ثواب اوروں سے زیادہ ملے گا۔ (مشکوۃ/۵۸۳، باب ثواب ہذہ الامۃ)

موسیٰ! میں غلط کار کو رسوا نہیں کرتا تو فرماں بردار کو کیسے رسوا کروں گا؟

ذیل کا واقعہ پڑھئے اور بندوں پر اللہ کی عنایت کے حال کا اندازہ لگایئے، ہوا یوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم (بنی اسرائیل) پر ایک بار قحط آیا، لوگ پریشان ہو کر نبی وقت سیدنا حضرت موسی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اے موسی علیہ السلام! آپ کا مرتبہ اللہ کے یہاں اتنا بڑا ہے کہ آپ کو اللہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہے۔ آپ اللہ کے حضور یہ دعا کیجئے کہ یہ قحط سالی ختم ہو، رحمت کی بارش ہو، حضرت موسی علیہ السلام دعا کے لیے تیار ہو گئے، سب لوگوں کو لے کر جن کی تعداد تقریباً ستر ہزار تھی۔ کھلے میدان میں جمع ہو گئے، پھر دعا کی: مولیٰ! ہم پر عنایت کیجئے رحمت کی بارش برسا دیجئے، اور ان دودھ پیتے معصوم بچوں، بے زبان جانوروں اور جھکی کمر والے بوڑھوں کے صدقہ و طفیل ہماری دعاؤں کو سن لیجئے؛ لیکن صورت حال یہ تھی کہ: ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

بادل مزید بے ابر و باد ہوتا چلا گیا اور موسم سخت سے سخت تر ہوتا چلا گیا۔ حضرت موسی علیہ السلام پھر خداوند قدوس کی طرف یہ کہہ کر متوجہ ہوئے کہ مولی! اگر میری حیثیت تیری نظر میں کم ہے تو نبی آخر الزمان جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی برکت سے اور ان کے صدقہ و طفیل بارش برسا دیجئے، اللہ کی طرف سے جواب آیا: بات وہ نہیں جو آپ کہہ رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں، آپ بھی ہمارے نزدیک لائق عزت اور قابل احترام ہیں؛ بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ تمہارے درمیان ایک بندہ ہے جو مسلسل چالیس سال سے میری نافرمانی میں مبتلا ہے۔ وہی دراصل آسمان سے بارش کے نہ ہونے کا سبب ہے، آپ اولاً آواز لگا کر اس کو مجمعِ عام سے باہر نکالیے تب جا کر میں بارش برسا سکتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کہ الٰہی! اتنا بڑا مجمع ہے، میری آواز سارے مجمع کو کیسے سنائی دے گی؟ خداوند قدوس کی طرف سے جواب آیا: عَلَيْكَ النِّدَاءُ وَمِنِّي الْبَلَاغُ. آواز لگانا تمہارا کام ہے، تم آواز لگاؤ، آواز کان تک پہنچانا میرا کام ہے، میں اپنا کام کروں گا۔ سیدنا حضرت موسی علیہ السلام نے آواز لگائی: اے وہ شخص جو مسلسل چالیس سال سے اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہے، مجمع عام سے نکل جا، ورنہ تو بارش نہ ہوگی اور لوگ پریشان ہی رہیں گے، اس گنہگار بندے نے دائیں بائیں دیکھا کہ کوئی مجمعِ عام سے نہیں نکلا، تو وہ تاڑ گیا کہ روئے سخن اسی کی طرف ہے اور اسی سے نکلنے کے لیے کہا جا رہا ہے، اس نے دل ہی دل میں کہا: کہ اگر مجمعِ عام سے باہر نکلتا ہوں تو اتنی بڑی خلقِ خدا کے سامنے رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور اگر نہیں نکلوں گا تو بارش نہیں ہوگی، اس نے کسی کپڑے سے اپنا چہرہ ڈھانپا اور توبہ کرنے لگا اور کہنے لگا: کہ مولیٰ! میں نے چالیس سال تک مسلسل تیری کھلی نافرمانی کی تب بھی تو نے مجھے مہلت اور موقع دیا، آج میں صدقِ دل سے توبہ کرتا ہوں تو مجھے معاف فرما دے۔

اتنی بات زبان سے نکلی تھی کہ آسمان کے دہانے کھل گئے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی اور قوم کی پریشانی دور اور کافور ہوگئی، حضرت موسیٰ نے اللہ سے دریافت کیا کہ مولیٰ! مجمعِ عام سے تو کوئی باہر نہیں نکلا اور آپ نے بارش برسا دی جب کہ آپ کے بارش برسانے کی شرط یہ تھی کہ وہ گنہگار پہلے مجمعِ عام سے نکلے، اللہ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''سَقَيْتُكُمْ بِالَّذِي مَنَعْتُكُمْ'' جس کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے بارش کا سلسلہ بند تھا، اس کے توبہ کے طفیل بارش برسائی گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مولیٰ! آپ اپنے اس بندے کی مجھے زیارت کروا دیجئے، میں اس کی زیارت کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالی نے جواباً ارشاد فرمایا: ''اِنِّي لَمْ اَفْضَحْهُ، وَهُوَ يَعْصِيْنِي أَ اَفْضَحُهُ وَهُوَ يُطِيْعُنِي؟ يَا مُوْسٰى اُبْغِضُ النَّمَّامِيْنَ أَفَاكُوْنُ نَمَّامًا؟''. موسیٰ! جب وہ بندہ نافرمانی میں مبتلا تھا، تب تو میں نے اس کو رسوا نہیں کیا تو فرمابردار بن جانے کے بعد بھلا اس کو میں کیسے رسوا کر سکتا ہوں؟ اے موسیٰ! ذرا سوچو! میں تو وہ ہوں جس کو چغل خور پسند نہیں تو بھلا میں چغل خور بن کر چغل خوری کرنا کیسے پسند کروں گا؟۔ (دموع تائبۃ ۱/۲۲۶)

کتاب المسائل:

مفتی محمد سلمان منصور پوری

بیع مکروہ سے متعلق مسائل

گانے باجے کے آلات کی بیع

گانے باجے کے وہ آلات واَسباب جن کو صرف گانا گانے اور بجانے کے لئے ہی استعمال کیا جاتا ہے، جیسے بینڈ باجہ، سارنگی، طبلہ وغیرہ کی خرید وفروخت (گوکہ نفس مال ہونے کی بنا پر فی نفسہ ان کی بیع منعقد ہوجائے گی لیکن) گناہ پر تعاون ہونے کی وجہ سے سخت مکروہ ہوگی، اِس لئے ہر مسلمان کو ایسے کاروبار سے اجتناب کرنا چاہئے۔

الأول ما وضع في حالتها الموجودة لغرض محظور ...... مثل آلات اللهو ...... ويقصدون بها آلات الموسيقي الممنوعة في المذاهب الأربعة. قال الكاساني: ويجوز بيع آلات الملاهي من البربط والطبل والمزمار والدف ونحو ذلک عند أبي حنيفة لكنه يكره، وعند أبي يوسف ومحمد لا ينعقد بيع هذه الأشياء؛ لأنها آلات معدة للتلهي بها، موضوعة للفسق والفساد، فلا تكون أموالا، فلا يجوز بيعها ...... والظاهر أن الكراهة التي ذكرها الحنفية في بيعها قبل فصلها تحريمية. (فقه البيوع ٣٠٦/١ رقم: ١٣٤ دار المعارف ديوبند، بدائع الصنائع، كتاب البيوع / فصل في الشرط الذي يرجع إلى المعقود عليه ١٤٤/٥ دار الكتب العلمية بيروت)

موسیقی کے آلات میں لگنے والی چیزوں کی بیع

موسیقی اور گانے باجے کے آلات بنانے والے کو لکڑی یا لوہے کو فروخت کرنے سے حاصل شدہ آمدنی حرام نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ چیزیں معصیت کے لئے خاص نہیں ہیں۔

ونظيره كراهة بيع المعازف؛ لأن المعصية تقام بها عينها، ولا يكره بيع الخشب المتخذة هي منه. (رد المحتار، كتاب الجهاد / باب البغاة ٢٦٨/٤ زكريا)

وعـرف بهـذا أنـه لا يـكـره بيـع مـا لـم تـقـم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير والخشب الذي يتخذ منه المعازف. (النهر الفائق، كتاب الجهاد / باب البغاة ٢٦٨/٣ رشيدية، البحر الرائق / باب البغاة ٢٤٠/٥ رشيدية)

شراب بنانے والے کو انگور کا شیرہ بیچنا

شراب فیکٹری کو شراب بنانے کی نیت سے انگور کا شیرہ بیچنا تعاون علی المعصیت ہونے کی بنا پر ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے؛ البتہ محض تجارت کی غرض سے انگور وغیرہ کا شیرا بیچنے میں حرج نہ ہوگا۔

الأول أن يـقـصـد الإعانة على المعصية فإن من با ع العصير بقصد أن يتخذ منه الـخـمـر كان عاصيًا في نفس هذا البيع بهذه ا لنية والقصد. والثاني بتصريح المعصية في صـلـب الـعـقـد كـمن قال: بعني هذا العصير لأتخذه خمرًا، فقال بعته أو آجر لي بيتک لأبيع فيه الخمر، فقال آجرته فإنه بهذا التصريح تضمن العقد نفسه معصية لما في إجـارات الـمبسـوط لـلسـرخسـي: وإذا استـأجر الذمي من المسلم بيتًا ليبيع فيه الـخـمـر لم يجز لأنه معصية فلا ينعقد العقد عليه ولا أجر له عندهما، وعند أبي حنيفة يـجـوز ...... قـلـت: وقول أبي حنيفة يجوز لا يستلزم أيضًا جواز هذا الفعل بمعنى رفع الإثـم؛ بـل ظـاهـر اللفظ بمعنى تصحيح العقد فقط. (فـقـه البيوع ١٨٢/١-١٨٤ دار المعارف ديوبند، المبسوط للسرخسي، كتاب الإجارات / باب الإجارة الفاسدة ٣٨/١٦ دار المعرفة بيروت)

شراب کی خالی بوتلوں کی بیع

شراب کی خالی بوتلوں کی بیع جائز ہے؛ البتہ اگر بیچنے والے کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ خریدار ان بوتلوں میں شراب بھرے گا تو ایسے شخص کو بیچنا گناہ پر تعاون کہلائے گا اور اس کی بیع مکروہ ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ٣٣٢/١٧ ڈابھیل)

وجـاز بيع عصير عنب ممن يعلم أنه يتخذه الخمر؛ لأن المعصية لا تقوم بعينه؛ بل بعد تغيره. وقيل: يكره لإعانته على المعصية. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في البيـع ٣٩٠/٦ كراچی، المبسوط للسرخسی، كتاب البيوع / باب الإجارة الفاسدة ٤٣/١٦، البحر الرائق، كتاب السير / باب البغاة ٢٤٠/٥ رشيدية)

فكله مكروه تحريمًا بشرط أن يعلم به البائع والآجر من دون تصريح به باللسان؛ فإنه إن لم يعلم كان معذورًا. (جواهر الفقه / باب تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام ٢/٤٥٢ مكتبة دار العلوم كراچی)

بینک کے لئے جگہ بیچنا

اگر بینک کے لئے اپنی زمین فروخت کی تو بیع منعقد ہوجائے گی؛ لیکن اگر عقد کے اندر سودی کاروبار کی باقاعدہ شرط لگائی گئی ہو تو ایسی بیع گناہ میں تعاون کی وجہ سے مکروہ ہوگی۔

وجاز إجارة بيت بسواد الكوفة ...... ليتخذ بيت نار أو كنيسة أو بيعة، أو يباع فيه الخمر (تنوير الأبصار) وفي الشامية: قوله: وجاز إجارة بيت: هٰذا عنده أيضا؛ لأن الإجارة على منفعة البيت، ولهٰذا يجب الأجر بمجرد التسليم ولا معصية فيه، وإنما المعصية بفعل المستأجر، وهو مختار فينقطع نسبته عنه. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٩/٥٦٣ زكريا، البحر الرائق، كتاب الكراهية / فصل في البيع ٨/٢٠٢ كراچی، تبيين الحقائق، كتاب الكراهية / فصل في البيع ٦/٢٩ المكتبة الإمدادية ملتان)

TVاور VCR کی خرید وفروخت

TVاور VCR کی بیع اگرچہ فی نفسہٖ مال ہونے کی وجہ سے منعقد ہوجاتی ہے؛ لیکن چوں کہ ان کا استعمال بکثرت ناجائز امور میں ہوتا ہے، اِس لئے اُن کے کاروبار میں کراہت ہوگی۔

وتبين بذلك حكم بيع المذياع (الراديو) والمسجل والحاكي، فإن جميع هذه الأشياء وضعت لأغراض عامةٍ تحتمل الاستعمال في مباح وغيره؛ فبيعها صحيح منعقد، ولا كراهة فيه إن لم يعلم البائع أن المشتري يقصد منها معصية، وذلك باتفاق العلماء. وأما إذا علم البائع بيقين أن المشتري يقصد بها معصية لا غير؛ فإن بيعه يكره تحريمًا عند الحنفية والشافعية والمالكية؛ ولكنه منعقد. (فقه البيوع / الباب الثالث: في أحكام المبيع والثمن وما يشترط فيهما لجواز البيع ١/٣١٣ دار المعارف ديوبند)

گڑیوں کی بیع

بچوں کی گڑیا جو روئی یا کپڑے کی بنائی گئی ہوں، اُن کی بیع منعقد ہے؛ لیکن تصویر کی وجہ سے کراہت ہوگی۔

اشترى ثورًا أو فرسًا من خزف للأجل استئناس الصبي لا يصح ولا قيمة له، فلا يضمن متلفه، وقيل بخلافه يصح ويضمن ...... وفي آخر حظر المجتبى عن أبي يوسف: يجوز بيع اللعبة وأن يلعب بها الصبيان (الدر المختار) قوله: من خزف أي طين، قيد به؛ لأنها لو كانت من خشب أوصفر جاز اتفاقًا فيما يظهر لإمكان الانتفاع بها. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع / باب المتفرقات ٤٧٨/٧ زكريا، ٢٢٦/٥ كراچی، سكب الأنهر علىٰ هامش مجمع الأنهر، كتاب البيوع / أول باب البيع الفاسد ٧٨/٣ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

تصویر والے زیور کی بیع

تصاویر والے سونے چاندی کے زیورات کی خرید وفروخت مکروہ تحریمی ہے؛ لیکن ان کے وزن کے بقدر مالیت حرام نہیں ہوگی۔ (کتاب النوازل ۴۲۲/۱۰)

مستفاد: اشترى ثورًا أو فرسًا من خزف للأجل استئناس الصبي لا يصح ولا قيمة له (الدر المختار) وفي الشامية: قوله من خزف أي طين، قال: قيد به؛ لأنها لو كانت من خشب أو صفر جاز اتفاقًا فيما يظهر لإمكان الانتفاع بها. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع / باب المتفرقات ٤٧٨/٧ زكريا)

باتصویر لیبل والا سامان فروخت کرنا

اگر تصویر مقصود نہ ہو؛ بلکہ سامان ہی مقصود ہو (جیسا کہ تیل وغیرہ کی شیشیوں پر تصاویر ہوتی ہیں) تو اُن کی بیع ناجائز نہ ہوگی۔

اشترى ثورًا أو فرسًا من خزف للأجل استئناس الصبي لا يصح ولا قيمة له (الدر المختار) قوله: من خزف أي طين، قيد به؛ لأنها لو كانت من خشب أوصفر جاز

اتفاقًا فيما يظهر لإمكان الانتفاع بها. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع / باب المتفرقات ٤٧٨/٧ زكريا، ٢٢٦/٥ كراچی، سكب الأنهر علىٰ هامش مجمع الأنهر، كتاب البيوع / أول باب البيع الفاسد ٧٨/٣ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

شطرنج کی بیع

شطرنج کھیلنا مکروہ تحریمی ہے۔ حدیث شریف میں شطرنج کھیلنے والے پر سخت الفاظ میں تنبیہ کی گئی ہے؛ لہٰذا شطرنج کا ساز وسامان بیچنا اور خریدنا بھی مکروہ ہوگا۔

ويدخل في هذا القسم النردشير، فبيعه مكروه تحريمًا ...... وأما الشطرنج فاللعب به ممنوع عند أكثر الفقهاء فيدخل في حكم النردشير عندهم ...... وإن قلنا إنه مباح أردنا أنه لا إثم فيه لا كراهية فيه، فلا ترد به الشهادة إلا أن يختلط به قمار. (فقه البيوع ٣١٠/١)

پوجا پاٹ میں کام آنے والی چیزوں کی بیع

اگربتی، ناریل، عطر، پرفیوم وغیرہ جن کا استعمال پوجا کے لئے خاص نہیں ہے، ان کی بیع ممنوع نہیں ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص خاص پوجا کی نیت سے اُسے خریدے تو اُس کو بیچنا مکروہ ہوگا۔ اور جو چیز سوائے پوجا پاٹ کے کسی اور استعمال میں نہ لائی جاسکے تو اُس کی بیع بہر حال مکروہ تحریمی ہوگی۔

إن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريمًا وإلا تنزيهًا. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في البيع ٥٦١/٩ زكريا، ٣٩١/٦ كراچی)

ولا يكره بيع الزنانير من النصارىٰ والقلنسوة من المجوسي. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء ٥٦٢/٩ زكريا)

شراب کے علاوہ دیگر نشہ آور چیزوں کی بیع

اِسلام میں جس طرح شراب کی بیع وشراء حرام ہے، اِسی طرح شراب کے علاوہ دیگر نشہ آور اشیاء جیسے: ہیروئن، بھانگ، افیم، گانجہ اور چرس وغیرہ کو استعمال کرنا، تیار کرنا اور ان کی خرید وفروخت کرنا سب ناجائز ہے، فتویٰ اِسی پر ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۸۷/۲۴ میرٹھ، احسن الفتاویٰ ۴۹۴/۶، کتاب النوازل ۴۳۲/۱۰)

المستفاد: الشراب ما يسكر والمحرم منها أربعة: وحرم الانتفاع بها ولا يجوز بيعها. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الأشربة ٢٦/١٠ زكريا)

وصح بيع غير الخمر مما مر، ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون. قلت: وقد سئل ابن نجيم عن بيع الحشيشة: هل يجوز؟ فكتب: لا يجوز. فيحمل على أن مراده بعدم الجواز عدم الحل (الدر المختار) قوله: وصح بيع غير الخمر: أي عنده، خلافًا لهما في البيع والضمان، لكن الفتوىٰ على قوله في البيع. (رد المحتار / كتاب الأشربة ٣٥/١٠ زكريا، ٤٥٤/٦ كراچی)

ونقل في الأشربة عن الجوهرة حرمة أكل بنج وحشيشة وأفيون لكن دون حرمة الخمر (الدر المختار) وفي الدر المنتقى عن القهستاني عن متن البزدوي أنه يحد بالسكر من البنج في زماننا على المفتى به. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحدود / باب حد الشرب المحرم ٧٧/٦ زكريا)

نبی عربی ﷺ

عثمان احمد قاسمی جونپوری

یہ کون آیا کہ صحرا کو گلستاں کردیا اس نے ❖ عنادل ہوگئے تھے چپ، غزلخواں کردیا اسؐ نے
شتربانوں کو سکھلادی جہانبانی محمدؐ نے ❖ گدائے راہ کو ہمدوشِ سلطاں کردیا اسؐ نے
غبارِ راہ کی صورت زمانہ جن کو سمجھا تھا ❖ انہیں ذرات کو مہرِ درخشاں کردیا اسؐ نے
جہاں انسان خود انسان کو لقمہ بناتا تھا ❖ اسی وادیٔ کو رشکِ صد بہاراں کردیا اسؐ نے
ضعیفوں کو عطا کی اک نظر میں وہ توانائی ❖ کہ مورِ ناتواں کو بھی سلیماں کردیا اسؐ نے
زمانہ سے مٹایا فرق غربت کا امارت کا ❖ تمام انسانیت پر کتنا احساں کردیا اسؐ نے
زمین وآسماں روشن ہوئے اس کی تجلی سے ❖ اندھیری بزم تھی آکر چراغاں کردیا اسؐ نے
جو ظالم تھے ہوئے عادل اسی کے درسِ الفت سے ❖ شکستہ حال مظلوموں کو خنداں کردیا اسؐ نے
کچھ اس انداز سے حق بات پھیلائی زمانے میں ❖ ہمیشہ کے لئے باطل کو لرزاں کردیا اسؐ نے
جو کانٹے تھے انہیں پھولوں کی رعنائی عطا کردی ❖ جو پتھر تھے انھیں لعلِ بدخشاں کردیا اسؐ نے
جنازہ اٹھ گیا دنیا سے معبودانِ باطل کا ❖ بتوں کی بزم کو شہرِ خموشاں کردیا اسؐ نے
وہ جس میں بغض تھا کینہ تھا وحشت تھی عداوت تھی ❖ اسی انساں کو ہمدرد و مہرباں کردیا اسؐ نے

چھپا کر حشر میں عثمانؔ کو دامانِ رحمت میں
زہے اس کا کرم جنت بداماں کردیا اسؐ نے

جامعہ کے شب وروز

مہتمم جامعہ کی ماہ رمضان میں مشغولیات: حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب دامت برکاتہم مہتمم جامعہ نے گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی ’’حوض والی مسجد‘‘ لالباغ مرادآباد میں اخیر عشرہ کا اعتکاف فرمایا اور پورے رمضان تراویح کے بعد تفسیر وبیان کا معمول جاری رکھا، جس سے بڑی تعداد میں عوام اور خواص نے استفادہ کیا۔

رمضان المبارک میں جامعہ کی سرگرمیاں: رمضان المبارک میں حفظ وناظرہ اور دینیات کی تعلیم حسب معمول جاری رہی، اہتمام، تعلیمات، انتظام، دارالافتاء اور ماہنامہ ’’ندائے شاہی‘‘ کے دفاتر کھلے رہے۔ ماہِ مبارک میں معمول کے مطابق دیگر مدارس کے سفراء نے جامعہ میں قیام کیا، کاغذات دیکھ کران کی تصدیق کی گئی اور سحر وافطار کا نظم مدرسہ کے زیر اہتمام کیا گیا۔

شاہی مسجد میں بعد نماز ظہر حضرت مولانا مفتی محمد احسان صاحب قاسمی مفتی جامعہ اصلاحی بیان فرماتے رہے اور بعد تراویح حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری استاذ دارالعلوم دیوبند نے حسب سابق تفسیری بیان کا سلسلہ جاری رکھا۔ شاہی مسجد میں اس سال عزیزم حافظ محمد عمر سلمہ ابن حضرت مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری نے تراویح میں قرآن کریم سنایا، جب کہ مدنی مسجد میں قاری انعام الحق صاحب ابن قاری فرید احمد صاحب نے قرآن کریم سنایا۔ اور پنج وقتہ نمازوں کی امامت بھی کی۔ اور حضرت مولانا محمد اسعد صاحب نائب ناظم تعلیمات واستاذ حدیث جامعہ نے ’’مدنی مسجد‘‘ میں اعتکاف فرمایا۔

وفیات: ماہِ رواں میں درج ذیل حضرات کے انتقال کی خبریں موصول ہوئیں، جامعہ میں ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے: مولانا مصلح الدین صاحب کوروڈیہ بھاگلپور سابق استاذ جامعہ حسینیہ جون پور، جناب حاجی محمد فصیح صدیقی صاحب لکھنؤ خازن جمعیۃ علماء اترپردیش، لیاقت علی محلّہ شیخ پورہ خیرآباد، حاجی رفیق احمد صاحب کرانہ والے نئی بازار، حاجی پٹھان کمال سرائے خیرآباد، والدہ قاری محمد ابراہیم صاحب بیلہاں بازار دیوریا، محمد نعیم رفعت پورہ مرادآباد، ساجد علی قصباتی ٹولہ خیرآباد، اہلیہ محمد ظہور الحسن جگر کالونی مرادآباد (ممانی عارف علی انصاری خیرآباد سیتاپور)۔

❍❖❍

Postal - Regd. No. U.P./MRD. DN37/2024-26 R.N.I. -News Paper Regd. No. 47941/88

Monthly Date of issue: 02/03/04/05/05/2024

NIDA - E - SHAHI

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (U.P.) India. Rs/=50

الحمدللہ

ندائے شاھی کے مقبول و معروف، اور قابل فخر

نعت النبی ﷺ نمبر

کا نیا اَیڈیشن شائع ہوگیا ہے

• سیرت طیبہ، شمائل رسول، دلائل نبوت، اخلاق نبوت درود شریف کی فضیلت، نعت کے آداب اور مناقب صحابہؓ وغیرہ پر ۲۴ قیمتی مضامین • حمد خداوندی پر مشتمل ۳۷ نظمیں • ۲۴ منتخب عربی نعتیں • ۱۷ فارسی نعتیں • ۴۰۲ اُردو نعتیں • ۵۸ منقبتی نظمیں • یعنی کل ۵۳۸ نظموں کا حسین گل دستہ • اور ۲۴۴ شعراء و مضمون نگار حضرات کی کاوشوں کا خوبصورت مرقع • عشق نبوی کے شراروں کا ذخیرہ • بہترین ترتیب

❑ شاندار اور دیدہ زیب ٹائیٹل ❑ مضبوط جلد ❑ بہترین طباعت ❑ معیاری کتابت

صفحات : 656 قیمت: -/250 روپئے، ڈاک خرچ: 100 روپئے

رابطہ : ماہنامہ ندائے شاہی، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراداباد

MONTHLY- NIDA-E-SHAHI JAMIA QASMIA MADRASA SHAHI MORADABAD U.P. INDIA

MOB:.09410865194

ہندوستان کا مقبول دینی رسالہ

ماہنامہ ندائے شاھی مرادآباد

• صحیح فکر • صحیح رہنمائی • مثبت نظریہ

• خود مطالعہ کریں • دوستوں کو تحفہ میں پیش کریں • ایک دینی تحریک کے حصہ دار بنیں

الحمدللہ! ماہنامہ ندائے شاھی مرادآباد اب انٹرنیٹ پر دستیاب ہے

www.jamia qasmia-darul uloom-shahi.com

Naimuddin 7599249582

طابع و ناشر (مولانا) عبدالناصر نے گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مرادآباد (یوپی) سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ”ندائے شاہی“ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد سے شائع کیا